



حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بہیرہ کی عظیم الشان عمارت کی مرمت دارالعلوم عزیزہ بہیرہ کا اجراء اور اس کے ماتحت جگہ مدارس ہریہ کا قیام دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کے لئے مسلسل مساعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بہیرہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار قائم کردہ ذہنی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت کے لئے لیکر اور جماعت کے معاون بنکر ثواب دارین حاصل فرمائیں -

انصار احسہ بکری کان اللہ

ادھر حزب الانصار بہیرہ پنجاب



ماہنامہ شمس الاسلام



انصار

۷۸۶

ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

چند سالانہ
چند ماہانہ
چند ہفتہ وار
چند روزانہ

پھر رسالہ شعشعہ اسلام جامع مسجد بھیرہ لاہور (پاکستان)

شعشعہ اسلام

مہینہ

(بھیرہ)

ہندوستان والے اپنا چند حاجی فضل، عبدالحیید صاحبان
مکیشن ایجنٹس کے قواب مسجد شریٹ بمبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں۔

جلد ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۷ مطابق چہ نور ۱۹۵۷ء شمارہ ۱

فہرست

لکھنے والے

شذرات

تخلیقات اسلامی

باب الحدیث

مختصرات القرآن

حضرت ابو عبیدہ رضی

تذکرۃ الکرام

سف

مولانا سید سیاح الدین صاحب

ایڈیٹر

”

مولانا محیر زائد صاحب الحسینی

مولانا معین الدین صاحب ندوی

مولانا محمد امین صاحب جھنگوی

حضرت صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب اللہی

ایڈیٹر

مولانا سید تذیر الحق صاحب میرٹھی

محترم فیض صاحب لکھنؤوی

محترم حکیم محمد فاروق صاحب لاہوری

ایڈیٹر

نشازات

(مولانا سید سجاد الدین صاحب کا کاغذیہ سبیل)

جمہوریت کی اصطلاح کا بے جا استعمال !

موجودہ دور کی بیشتر خرابیوں میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ ہر قسم کی اصطلاحات کو نہایت غلط اور بیجا طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ برعکس ہند نام زلی کا فور۔ اور سہ فرد کو نام جنوں رکھ دیا جنوں کو فرد۔ والی بات شاید کسی دور میں مبالغہ یا تشاعرانہ تخیل ہو۔ لیکن اب دور حاضر میں تو ٹھیک یہی صورت حال ہے۔ سیاح کو سفید اور سفید کو سیاح، دن کو رات اور رات کو دن کہا جاتا ہے۔ اور پوری برائت اور دھڑائی کے ساتھ ڈنکے کے پوٹ کہا جاتا ہے۔ آپ روزانہ دیکھتے ہو گئے کہ اخبارات و رسائل میں، لیڈروں کی تقریروں میں، سیاسی انجمنوں کی قراردادوں میں، ادبی محفلوں کی تجویزوں میں غیر اسلامی افکار و اعمال کو عین اسلام کہہ کر پھیلایا جاتا ہے۔ وہ نظریات و افکار جن کو اسلام سے دور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی۔ ان کو اسلام کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اعمال و افعال جو سترپا اسلامی مزاج کے خلاف بلکہ مقصود صریحہ کی بنیاد پر منہیات و منکرات کی فہرست میں داخل ہیں۔ ان کو بھی اسلامی قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے تو سمجھا یا جا رہا ہے کہ ہر ملائیل کی بوتل پر اگر شربت روح افزا کا لیبل لگا دیا جائے تو اس طرح وہ زہر زہر نہ ہے گی۔ بلکہ وہ واقعی حیات بخش شربت کی حقیقت اختیار کر گئی۔

اسلامی عیریکینی، اسلامی لاٹری، اسلامی بینک، اسلامی سینما، اور اسلامی فلم اور اس قسم کی دوسری ترکیبیں اگرچہ اول اول ناگوار سی تھیں۔ لیکن اب تو یہ بالکل عام ہو گئی ہیں۔ وہ تعلیم کا ہمیں بہا

اسلام کے نصاب تعلیم اور طرز تعلیم کو کچھ عمل دخل حاصل نہیں انکو اسلامی سکول، اسلامیہ کالج اور ”دارالعلوم الاسلامیہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور انہی ناموں سے ان کا تحارف کیا جاتا ہے۔ اشتراکیت بھی اسلامی اشتراکیت ہو گئی ہے۔ اور کمیونسٹ کے ساتھ بھی مسلمان کا پیوند لگا کر مسلمان کمیونسٹ کہا جاتا ہے۔ ہر قتال اسلامی جہاد ہے۔ اور ہر کھیل کود اور ہر عیاشی و آوارہ گردی اسلامی فن کشتی گری، اور اسلامی تفریح و تیز ہے۔ تصویر کشی و بت گری اسلامی آرٹ، مزامیر البیس قسم کے اشعار اور بے ادبی و بے تمیزی اسلامی ادب، اور طبیلہ و سارنگی، چنگ و درباب اور اوتار و مزامیر کا مشغلہ اسلامی فن موسیقی، اور عورتوں کی بے راہ روی، کوچہ گردی، کلبوں، بازاروں اور ہوٹلوں کی سیر و سیاحت صنف نازک کے ”اسلامی حقوق“ قرار دئے گئے ہیں۔ الغرض کہاں تک کہا جائے۔ اگر دیدہ حقیقت بین سے دیکھا جائے تو زلی کو کا فور کہنے کا یہ ظلم زندگی کے ہر شعبہ میں کارفرما نظر آئیگا۔ آج کی صحبت میں ہم صرف ایک چیز کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

آج کل دنیا کے اکثر بیشتر ممالک میں دعویٰ کیا جاتا ہے اور نہ صرف یہ کہ دعویٰ ہے بلکہ اس پر بار بار فخر بھی کیا جاتا ہے۔ کہ ہمارا طرز حکومت جمہوری ہے۔ عوام ہی کے نمایندہ عوام کی خدمت کے طور پر نظم و نسق حکومت چلا رہے ہیں۔

امریکہ کا بھی یہ دعویٰ ہے اور برطانیہ کا بھی۔ اور بھارت و پاکستان کا بھی۔ مگر جہاں تک حقائق کا تعلق ہے جمہوریت کا جو نقشہ کاغذ پر کھینچا جاتا ہے، خوشحالانہ ظک کے پیرایہ میں

بیان کیا جاتا ہے۔ اور لیڈروں کی زبانوں سے سنا جاتا ہے صفحہ
زمین پر عملی طور سے وہ نقشہ نظر نہیں آتا۔ بعض ملکوں میں اور
تمام ملکوں میں بعض حالات کے اندر تو بالکل ایک آمرانہ اور
مستبدانہ حکومت ہوتی ہے۔ لیکن آخر تک اسکو جمہوریت
ہی کا نام دیا جاتا ہے۔

دوسرے ممالک سے سر دمت ہمیں کوئی سروکار
نہیں۔ ہم تو صرف اپنی مملکت پاکستان کے متعلق کچھ سوچنے
سمجھنے اور سمجھانے پر مجبور ہیں۔ اور جس کشتی میں ہم سوار ہو کر
دینا کے متلاطم سمندر میں زندگی کا یہ سفر گزار رہے ہیں۔ اس
کشتی کی حالت، اور اس کے ملاخوں کی جہارت و قوت کے
متعلق جائزہ لینا اپنی اور ساری قوم کی بھلائی کے خاطر ضروری
ہے۔ یہاں کے متعلق بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ مرکز اور صوبوں
میں عام باشندگان ملک کے منتخب اور محبوب نمائندے
جمہوریت کے اصول کے مطابق حکومت کر رہے ہیں۔ وزراء
قوم کے نمائندے ہیں۔ اور ان کے رائے کام قوم کی اجتماعی
مرضیات کے آئینہ دار ہیں۔ اور ان کے فیصلے قوم کے اجتماعی
فیصلے متصور کئے جاسکتے ہیں۔ اور صوبہ پنجاب میں اب
اگرچہ صوبائی اسمبلی نہیں لیکن انتخابات کے ذریعہ سے
جمہوری اصولوں کے مطابق ایک نمائندہ اسمبلی کی بنیادیاں
ہو رہی ہیں۔ یعنی اب الیکشن کے ذریعہ جو عوام منتخب کئے
جائیں گے وہ قوم کے صحیح نمائندے ہوں گے۔ عوام ہی کی
رائے سے وہ آگے آئیں گے۔ وہ جو کچھ کریں گے سمجھا جائیگا
کہ یہی عام قوم کی اجتماعی مرضی ہے۔

لوگ حاف فرمایا جاتے۔ آج تک اس ملک میں ہم نے
انتخابات کے جو نظامے دیکھے ہیں اور جس طرح الیکشن میں ممبر
چنے جاتے ہیں یا جس طرح اب انتخابات کے لئے پنجاب میں
جدوجہد ہو رہی ہے اسکو پیش نظر رکھنے کے بعد ہم واشگاف

طور سے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ..... اسلام تو ایک نہایت مقدس
دہاکیرہ نظام ہے۔ اس کے لحاظ سے تو اس کے ناجائز اور
غیر اسلامی ہونے میں تو خیر شبہ نہیں..... یہ جمہوریت
کے اصول کے مطابق بھی صحیح طریق انتخاب نہیں۔ اور نہ
اس سے حقیقتہً عوام کی نمائندگی ہو سکتی ہے۔ اور اس کو جمہوری
کنناہم ٹھیک اس طرح سمجھتے ہیں کہ ایک اصطلاح کو غلط اور
اپنے معانی کی ضد میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور گویا سیاہ کو
سفید ادوات کو دن کہا جاتا ہے۔

موجودہ طرز انتخاب کیا ہے۔ کچھ سیاسی جماعتیں
پہلے سے موجود ہوتی ہیں۔ اور کچھ انتخاب کا موسم شروع
ہونے پر حشرات الارض کی طرح سے خود بخود الیکشن برسات
کی ٹوائیں چلنے اور جھپٹیں پڑنے سے پیدا ہونے لگتی ہیں
لیکن اب حقیقت حال کو خوب اچھی طرح سمجھنے کیلئے ان
میں سے کسی بڑی اور پرانی انجمن کو پیش نظر رکھئے۔ سیاسی
انجمن کی تشکیل و ترتیب اور ابتدائی ممبروں کی بھرتی۔

تحصیل دار، ضلع دار، صوبہ دار کو نسلوں اور عمدہ دانوں
کے انتخاب میں بھی جمہوریت کے اس آئین کا عملی طور سے
ذرا بھر خیال نہیں رکھا جاتا۔ جس جمہوریت کا وہ گلا بھاڑ
پھاڑ کر ہر موقع پر اعلان کرتے ہیں۔ اور نہ اس سلسلہ میں
اسلامی اخلاق کی حدود و ضوابط کا کچھ خیال رکھا جاتا ہے۔

کو نسل بننے کے لئے سرمایہ دار سینکڑوں ہزاروں روپیہ
خرچ کر کے اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ سے فرضی فام
پُر کر دیتے ہیں کسی کے جعلی دستخط ثبت کر دیتے ہیں اور
کسی کے پاؤں کا انگوٹھا لگا دیتے ہیں۔ اور اس طرح کو نسل اور
پھر ایسے کو نسلوں کے صدر، سیکرٹری اور پھر صوبائی اور مرکزی
جماعت کے کو نسل اور صدر، سیکرٹری بن جاتے ہیں۔ ان
ہتھکنڈوں اور اخلاق کی پامالی سے عوام کی نمائندہ اور عوام

کی ترجمان جماعت بن جاتی ہے۔ جب انتخابات کا موسم شروع ہونے لگتا ہے تو

..... رگزد شدہ خدمات پیش کرنے اور آئندہ کے لئے خادم خاص بننے کے وعدے ہونے لگتے ہیں۔ اور دوسری طرف بے چارے عوام بھی یاد آ جاتے ہیں اور دیہات کی گرد آلود سڑکوں پر وہ بہترین قیمتی موٹرس دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جو مال روڈ کے سوا کسی اور جگہ کی مٹی پتہ سے چھوٹا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ ہر حلقہ سے وہ لوگ درخواست دینے کی ہرأت کر سکتے ہیں جو سرمایہ دار ہوں، ملاء اعلیٰ میں ان کا اثر و سوخ ہو، بورڈ کے ممبروں پر کسی نہ کسی طرح اثر ڈال سکتے ہوں، ان کو خوش کر سکتے ہوں۔ اور انکو یہ یقین دلا سکتے ہوں کہ ہم اپنے حلقہ میں ووٹروں پر اتنا رعب اور اثر رکھتے ہیں کہ کسی کو ہمارے سوا کسی دوسرے کو ووٹ دینے کی ہمت نہیں۔ اور ہر ایک یہ کہہ سکے کہ مجھے ٹکٹ دو گے تو کامیابی ہوگی اور جماعت کی نیکنامی ہوگی ورنہ نہیں۔ خواہ غلط یا صحیح وہ اپنی پوزیشن کے متعلق یہ دعویٰ کر سکے کہ میں علاقہ بھر میں مقبول و محبوب خلاق ہوں۔ چنانچہ ٹکٹ ملنے کے لئے ایک ہی سیاسی جماعت کے مختلف ارکان کی درخواستیں ایک ہی حلقہ انتخابات سے مرکزی بورڈ کے پاس پہنچتی ہیں۔ اور ہر ایک اپنے کو اہل اور مستحق ثابت کرنے کے لئے درجہ تو دو گویہ کی پوری شرح و تفصیل پیش کرتا ہے۔ سیاسی جماعت کو خود غرض اور لیلئے ممبری کے مجنونوں کے انتشار اور مجنونانہ حرکت سے بچانے کے لئے اور جماعت کے مصنوعی اتحاد و تنظیم کو مصنوعی طور سے بحال رکھنے کے لئے مرکز کا بومو بائی دلال

ہوتا ہے۔ وہ ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ قول و اقرار دیتا ہے۔ کہ آپ تسلی رکھئے۔ اور جماعت کو مستحکم و مضبوط رکھئے۔ ٹکٹ آپ ہی کو ملے گا۔ الغرض مرکزی پارٹیشنری بورڈ کے وہ ارکان جن کو صوبہ کے اندرونی حالات کا کچھ علم نہیں ہوتا۔ عام لوگوں کے رجحانات اور احساسات کا جنمیر کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ عوام میں واقعی محبوب و مقبوض کا وہ کوئی امتیاز نہیں کر سکتے۔ کسی درخواست دہندہ کے اخلاق اعمال، کردار اور عوام کے ساتھ ربط و تعلق اور عوامی خدمت کے متعلق وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ صرف اس معیار پر سوچ کر فیصلہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ کہ ان میں سب سے زیادہ خوشامدی، چاہلوس اور ہاں میں ہاں ملانیوالا کون ہے۔ کون ہے جس کے متعلق یہ اعتماد ہے کہ آئندہ وہ جاسوچے سمجھے وزارت کی تائید کے لئے ہر موقع پر ہاتھ کھڑا کرے گا۔ اور جس سے یہ اندیشہ نہیں کہ وہ قوم کی طرف سے کبھی ارکان حکومت سے جھگڑ سکے گا۔

الغرض خالص ذاتی مفاد کے معیار پر پرکھنے کے بعد اندھے کی طرح ریوڑیاں بانٹ دی جاتی ہیں۔ اور ٹکٹ سے وہی لوگ نوائے جاتے ہیں جن کے متعلق یہ کہنا بلا مبالغہ درست ہے کہ وہ سب کچھ ہو سکتے ہیں لیکن عوام کے نمائندہ اور ان کے جذبات کے ترجمان نہیں ہو سکتے۔ پھر اعلان ہو جاتا ہے کہ چونکہ فلاں بڑی سیاسی اور مقدس جماعت ہے ان حضرات کو ٹکٹ دیکر ممبری کے لئے نامزد کر دیا ہے۔ اس لئے اب اسلام کا تقاضا بھی یہ ہے۔ اور جمہوریت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ انہی ممبروں کو ووٹ دیا جائے۔ اب ہر طرح کی بھلائی جنت کا داخلہ، دوزخ سے بچاؤ، دنیا و آخرت کی ساری صلاح و بہبود اس بات کے ساتھ وابستہ ہے۔

گورنر جنرل پاکستان کو وہ سارٹیفکیٹ دینا پڑا جو پنجاب کی سابقہ اسمبلی توڑتے وقت انہوں نے فرمایا تھا..... پنجاب کے مسلمانوں ہوش میں آؤ۔ وہی لوگ آج پھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اور مندرجہ بالا غیر اسلامی غیر جمہوری طریقہ کے مطابق آپ لوگوں کو دھوکہ دیکر پھر برسرِ اقتدار آنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ گذشتہ نظام بھولے نہیں، ان کی ستم سائیاں یاد ہیں تو متنبہ رہیں۔ اور انتخاب کے اس غیر اسلامی طریقہ ہی کو مطلقاً طلاق دیتے تھے۔ اور صرف اسی طریقہ کے مطابق اپنے نمائندے منتخب کیجئے جو اسلامی اور صحیح جمہوری طریقہ ہے۔ اور جس کا اجمالی ذکر ہم شمس الاسلام کے صفحات میں کر چکے ہیں۔ مزید تفصیلات اپنے ہاں کی جماعت اسلامی سے معلوم کیجئے۔ اگر اس سلسلہ میں کچھ شبہات ہوں تو تسلی حاصل کیجئے۔

دستوری سفارشات کا التزام بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے پاکستان

دستور ساز اسمبلی میں جو بنیادی سفارشات پیش کی گئیں۔ اور جن کے متعلق قوم نے متفقہ طور سے آوازِ احتجاج بلند کی اور ہر حلقہ سے کہا گیا کہ یہ سراسر غیر اسلامی غیر جمہوری اور ناقابلِ قبول ہیں۔ اور ہم کسی طرح انکو ماننے کیلئے تیار نہیں۔ ان کے متعلق وزیر اعظم پاکستان مشرِ اوقات علی خان صاحب نے اعلان کیا ہے کہ فی الحال ان پر بحث ملتوی کی جاتی ہے۔ اور غالباً آئندہ اجلاس میں انکو پھر زیرِ بحث لایا جائیگا۔ اور لوگوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ۳۱ جنوری تک اپنے مشورے اور ترمیموں کو پیش کر دیں تاکہ انکی روشنی میں سفارشات پر غور کیا جاسکے۔ اس اعلان سے مخالفت کا وہ طوفان تھم گیا۔ جو ملک میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور وزیر اعظم صاحب کے تدبیر اور نیک ارادوں کی تعریف و توصیف کی گئی۔ اور بہت سے ایسے لوگ جو مایوس ہونے لگے تھے پھر امیدیں باندھنے لگے۔

اس کے بعد یہ ہوتا ہے۔ کہ سرمایہ داروں کا وہ تمام سرمایہ جو عوام کا خون چوس چوس کر مدتوں سے ضرا ایسے ہی مواقع کے لئے بنکوں میں جمع ہوتا ہے۔ سیدھی طرح دینے کے طور پر نہیں۔ بلکہ طرح طرح کے پروپیگنڈوں کے لئے باہر نکل آتا ہے۔

۵۔ قصہ کو تہ بڑی کہانی ہے۔ قارئین کرام خود جانتے ہیں کہ کیا کچھ ہوتا ہے۔ الغرض اس طرح مختلف الافارغ مجبوریتیں مجبور کر کے دوٹ حاصل کئے جاتے ہیں۔ اور اسی ہنگامہ میں اخلاق و شرافت کو پامال دیکھ کر کوئی شریف آدمی آگے نہیں بڑھتا۔ اور وہ نہیں چاہتا کہ اسکی عزت و آبرو اور دین و اخلاق کی جیب و دامان تار تار ہو جائے۔ اس لئے عموماً وہ لوگ میاں ہو جاتے ہیں جو ایکشن کے سلسلہ کی تمام حیلہ گریاں جانتے ہیں اور اس فن کے مشائق ہوتے ہیں۔ اگرچہ عوام کے ہاں مبغوض ہوں۔ اور عام لوگ ہمیشہ ان سے نالاں اور ان کی مشق ستم کی آماجگاہ ہوں۔

یہ ہے ”جمہوری طریقہ انتخاب“ جس کے مطابق اب بھی ”ہماری نمائندے“ دوسرے صوبوں میں حکومت کر رہے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ کاروبار حکومت چلایا جاتا ہے۔ اور پنجاب میں بھی اسی ”جمہوری طریقہ“ کے مطابق ”عوام کی مرضی کے نمائندے“ منتخب ہونے والے ہیں۔ اور اس طریقہ سے جو نمائندے برسرِ اقتدار آئیں گے۔ یقین رکھنا چاہئے کہ وہ پھر وہی کریں گے جو انہوں نے پہلے کیا تھا۔ اور اس حد تک کیا تھا کہ آخر کار محترم خواجہ ناظم الدین صاحب

کہ شاید چاہے ارباب اقدار علماء کرام کے رجحانی مشورہ کو مان جائیں گے۔ اور یہ غیر اسلامی سفارشات بنیادی تبدیلیوں کے بعد اسلامی سفارشات کی صورت اختیار کریں گی۔ اور پھر اندہ اجلاس میں خالص اسلامی سفارشات پیش ہو کر منظور کی جائیں گی۔ ہم اُن خوش فہم حضرات کو بایوس کرنا اچھا نہیں سمجھتے۔ اور نہ اُن خوش فہمیوں کو غلط فہمی قرار دیکر اُن کے حوصلہ کو پست کرنا مناسب ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ پر باقی ہے کہ ان سفارشات کی منظوری کی تاخیر کچھ اس ارادہ سے نہیں کہ واقعی ان کو مکمل طور سے اسلامی بنانے کیلئے کسی کے مشورہ اور رائے کی ضرورت ہے، بلکہ اس لئے اور صرف اسلئے ہے کہ ان سفارشات کو پیش کر کے اُن حضرات عام باشندگان ملک کے مذہبی جذبات و احساسات کا اندازہ لگانا چاہا۔ اور یہ معلوم کرنیکی کوشش کی کہ اب ہوا کا رخ کیا ہے۔ اور ہم نے پاکستان کو جس رنگ میں رنگنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیا اہل ملک اسکو بہ آسانی قبول کریں گے یا ابھی نہیں۔ مگر سفارشات کی اشاعت کے بعد جو عام طور سے اور ہر حلقہ سے جو زوردار مخالفت ہوئی اس سے انہیں اندازہ ہو گیا کہ ابھی وقت نہیں آیا کہ قوم ہمارے رجحانات کے مطابق نظام حکومت کو بہ آسانی قبول کرے۔ اسلئے چاہئے کہ فدا حریز انتظار کیا جائے اور دہائیوں کو یا تو حسب منشا ہوا کر کیا جائے یا کسی ترکیب سے جذبات و احساسات کو ٹھیک کیا جائے دیکر سلا دیا جائے۔ اور جب مناسب وقت آجائے تو پھر مَن مانی کی بجائے۔ نیز پنجاب کا انتخاب سر پر ہے۔ اور اس انتخاب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس میں فیصلہ کیا جائیگا کہ قوم کس وضع و قماش کے لوگوں کو قیادت حوالہ کرتی اور کسے لانا چاہتی ہے۔ اگر برسرِ قدر پارٹی کا یہ تازہ شاہکار یعنی قوم کی متفقہ مبغوض سفارشات کی منظوری سامنے ہو تو انتخابات پر اس کا برا اثر پڑ سکتا ہے۔ اسلئے مناسب یہ سمجھا گیا کہ ابھی مزید التواء و تاخیر سے کام لیا جائے۔ ممکن ہے کہ

کہا جائے کہ یہ تو محض سو وطن اور کسی کی نیت پر حملہ کرنا ہے۔ اور ہم خود چاہتے ہیں کہ خدا کے یہ محض ظن ہی ثابت ہو۔ اور ہمارا یہ گمان غلط نکلے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ حالات سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر واقعی نیت یہ ہوتی کہ خالص مسئلہ کی ترتیب و تدوین ہو تو اسلئے دستور ساز اسمبلی ہی ایسے لوگوں کی مقرر کی جاتی جو علماً اور علماء اسلام سے تعلق رکھتے ہوں۔ موجودہ ارکان اسمبلی خود یہ کہہ کر جلا ہو جاتے کہ ہم نے پاکستان میں جس نظام کے اجرا و نفاذ کا عہدہ کر دیا ہے اس نظام کے حقیقی ماہر رہا کے لئے ہم جگہ خالی کرتے ہیں تاکہ جلد از جلد صحیح کام سر انجام ہو۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ پھر بنیادی اصولوں اور بنیادی حقوق کی کمیٹی میں ایسے ماہرین کو بالکل نہیں لیا گیا۔ جس سے بظاہر یہی مترشح ہوتا ہے کہ شاید اسلامی دستور کی تدوین کو یا پیش نظر ہی نہیں۔ تعلیمات اسلامی بورڈ کے نام سے خود چند حضرات منتخب کئے کہ ان سے ہم مشورہ لیں گے۔ مگر دستوری سفارشات کی ترتیب میں انکی رپورٹ اور مشوروں کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ اس بورڈ کے ارکان کی طرف سے اخبارات میں یہ بیان شائع ہو چکا ہے کہ ہماری رپورٹ سے کچھ بھی نہیں لیا گیا ہے۔ اور ان کا مطالبہ ہے کہ قوم کے سامنے ہمارا دستور ہی خاک میں پیش کیا جائے تاکہ موازنہ کیا جاسکے۔ مگر مطالبہ کے باوجود اب تک وہ رپورٹ شائع نہیں کی گئی۔ اب بھی یہ نہیں کیا گیا کہ علماء کرام اور ماہرین قرآن و حدیث کو باقاعدہ اختیارات دیکر یہ کام حوالہ کر دیا گیا ہو کہ ان سفارشات میں ضروری تبدیلیاں کر کے ہمیں بتا دو تاکہ ٹھیک اسلامی دستور مرتب ہو۔ بلکہ عام اعلان کیا گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعد میں کہا جائے کہ کہیں سے کوئی مشورہ نہیں آیا۔ یا معمولی تیزی سے ترمیم کر دی جائے۔ اور پھر کہا جائیگا کہ صرف یہ ترمیم چلے پاس پورچ گئی تھی جس کو ہم نے قبول کیا۔ یہ بھی محض بطنی نہیں بلکہ ایسا تھا بھی ہے۔ مدت ہوئی کہ مولانا محمد اسد صاحب

اور مولانا مودودی صاحب کے دو دستور کے شائع ہو چکے ہیں اور باب حکومت تک پہنچ چکے ہیں۔ مگر علی الاعلان جلسوں میں کہہ گیا کہ اب تک کس نے اسلامی دستور کا خاکہ پیش کیا ہے۔ تعلیمات اسلامی بورڈ کی رپورٹ پیش کی جا چکی ہے۔ مگر یہ نام تک نہیں لیا جاتا کہ بورڈ کی رپورٹ بھی ہم تک پہنچی ہے۔ پس ان حالات میں ہمارا فرض ہے کہ غافل نہ رہیں اور جذبات و احساس کو زندہ اور نازہ رکھیں۔ احتجاج کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اور اگر اقتدار کو بار بار تو غیر دلالتے رہیں کہ ہم خالص اسلامی دستور کے سوا جو باہرین قرآن و حدیث کا مرتب کردہ ہو اور کسی دستور کو مملکت پاکستان میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور اگر ذرا بھی غفلت سے کام لیا گیا تو بس سے ایک لحظہ غافل گشت و معد سالہ راہم دور شدہ والا معاملہ ہو گا۔ اور اگر دستور کی بنیادیں غلط اور غیر اسلامی رکھی گئیں تو آئندہ سارا نظام مملکت غیر اسلامی، غیر جمہوری اور تباہ کن ہو گا۔ اس لئے اس نازک مرحلہ پر ہر وقت منہ بہ رہنا انتہائی ضروری ہے۔

افسوسناک ذہنیت ۸ دسمبر کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لائل پور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر فرمائی۔ حسب معمول آپ نے اجازت دی تھی کہ اختتام تقریر پر جو صاحب کچھ پوچھنا چاہے وہ سوال لکھ کر پیش کرے۔ میں اطمینان کے ساتھ جواب دوں گا۔ چنانچہ تقریر ختم کرنے کے بعد آپ نے سوالات کی وہ پرچیاں پڑھ کر سنائیں جو لوگوں نے بھیجی تھیں۔ اور ہم سوالوں کا جواب دیا۔ مولانا مودودی سوالات سے جوئے ٹٹاتے ہوئے ہیں۔ اور ہر جگہ مولانا مودودی سے کہتے جاتے ہیں۔ یعنی (۱) آپ پہلے پاکستان کے مخالف تھے اب ہمیں بیان مطالبہ نظام اسلامی کا کیا حق ہے؟ (۲) کشمیر کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ (۳) جماعت اسلامی کے پاس جلسوں وغیرہ کے لئے روپیہ کہاں سے آتا ہے۔ مولانا نے

حسب معمول نہایت متانت اور سنجیدگی کیساتھ تینوں سوالوں کا جواب دیا۔ اور جن لوگوں کو واقعہ کچھ شبہ پیش آسکتا تھا ان کے شہادت کو دور کر دیا۔ غیر ہم کو فی الحال ان امور پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جس بات کے لئے ہم نے یہ سارا واقعہ ذکر کیا ہے وہ عرض کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ان سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ تمام اسلامی ممالک کو مولانا ٹولنے سے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ سائل کا مقصد یہ تھا کہ آپ بھی مولانا ہیں۔ اور مطالبہ نظام اسلامی کے پاکستان کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اور شاید کہ اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ مولانا اس سوال سے مشتعل ہو کر کچھ تیز و تند جواب دیں گے۔ اور اس طرح ہمارا مطلب پورا ہو جائیگا۔ اور جلسہ پر تقریر سے جو ایک عام اثر ہوا ہے وہ زائل ہو جائیگا۔ مگر اس کے جواب میں مولانا مودودی صاحب نے نہایت متانت اور مناسب لہجہ میں فرمایا کہ یہ اعتراض تو آپ کا سب مولانا ٹولنے پر ہے۔ چاہئے کہ آپ کو وہ بھی جواب دیں۔ لیکن میں بھی عرض کرتا ہوں کہ اسلامی ممالک کی بربادی میں کیا وہاں کے سربراہی داروں کا حصہ نہیں؟ کیا وہاں کے ارباب اقتدار اموال و حکام کا حصہ نہیں؟ کیا وہاں کے عوام کا حصہ نہیں؟ آخر یہ کیا انصاف ہے کہ اور تو سب محاف کئے جائیں۔ صرف مولانا ٹولنے ہی کے ذمہ سارا بوجھ ڈالا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ حصہ ان کا بھی ہو۔ لیکن یہ کیوں کہ اور تو کوئی مجرم نہیں صرف یہی کہا جاتا کہ مولانا ٹولنے سے تباہ کر دیا۔ یہ کس قدر افسوسناک ذہنیت ہے کہ علماء کو اس طرح بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ آپ یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ علم دین ایک ایسی خطرناک چیز ہے کہ جس کو دین اور علم دین کی ہوا لگی بس وہ شخص ملک اور قوم کے لئے تباہ کن اور خطرناک ہوتا ہے۔ مولانا نے جس طرز و انداز سے جواب دیا اس کا اثر مجمع پر بہت ہی اچھا پڑا۔ اور عام طور سے اس سوال کو بڑی نفرت کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔

باطل کے استیصال کا کام شروع کیا اس کو تقویت پہنچاتے رہے۔ اور ہر طرح سے اس کا ساتھ دیا۔ شمس السلام کے گزشتہ صفحات اس پر شاہد عدل ہیں۔ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد بھی ہم نے اُسی پالیسی کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی نظریہ کے مطابق دین کی خدمت حتیٰ الوسع کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دارالعلوم غزنیہ، شعبہ تبلیغ اور رسالہ شمس الاسلام اسی بیچ پر اسلامی علوم و فنون کی تدریس، دینی مسائل کی تبلیغ اور اسلامی مضامین و مقالات کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ مجلس احرار اسلام فتنہ قادیانیت کی سرکوبی اور استیصال کے لئے پُر خلوص کوشش کر رہی ہے تو ہم نے ہمیشہ احرار کے ساتھ تعاون کیا۔ اور رسالہ کے صفحات پیش کئے۔ کہ تردیدِ عزائمیت کے سلسلہ میں علمی مضامین کی اشاعت کے لئے ہم حاضر ہیں۔ مرکز تنظیم اہلسنت، حرزائیت اور خصوصاً شیعیت کے فتنہ سے مسلمانوں کے دین و ایمان کو بچانے کیلئے جدوجہد کر رہی ہے تو ہم نے اس کو اپنا فرض سمجھا کہ مرکز تنظیم کی اعانت کیلئے ہاتھ بڑھائیں۔ اور اسکی ہوصلہ افزائی کے لئے اپنے رسالہ میں اسکی تبلیغی جدوجہد کی تحسین کریں۔ چنانچہ ہم نے اس بارے میں بھی کو تاہی نہیں کی۔ تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے بعد صبا اہم اور بنیادی کام یہ تھا کہ اس ملک کا نظام حکومت اسلامی ہو۔ اور صحیح خطوط پر اس مملکت کے آئین دستور کی تشکیل و ترتیب ہو۔ ہم نے دیکھا کہ تمام ملک میں ایک منظم جماعت کے طور پر صحیح نظریہ کے مطابق ایک نصب العین کو سامنے رکھ کر اس اہم مقصد کے لئے جدوجہد کرنا تو الی جماعت۔ جماعت اسلامی ہے۔ تو ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ دین کی خاطر احرار اور مول کی توفیق و دی کے لئے اس سلسلہ میں ہم بھی تعاون کریں۔ چنانچہ اسوقت سے ہم نے مطالبہ نظام اسلامی کے بارے میں دجو جماعت اسلامی کا ذاتی اور جماعتی کام نہ تھا بلکہ اسلام کا اہتمام

غیر یہ تو ایک واقعہ تھا جو گذر گیا۔ لیکن اس سے اپنی قوم کے بعض افراد کی محسوس ذہنیاتوں کا جو اندازہ ہوا اس کا انتہائی افسوس ہے۔ جس ملک و قوم میں ایسے ”لائق و سعادتمند افراد“ موجود ہوں کہ انکو مولاناؤں کے وجود کے سوا اس ملک میں اور کوئی تباہ کن چیز نظر نہیں آتی۔ اور ان کا فیصلہ یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک ”مولاناؤں“ کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے تو اس قوم کا خدا ہی حافظ۔ سیاسی و دھرمندیوں، پارٹی بازیوں اور ذاتی مفاد اور جاہ و منصب کی طلبت عقل و شعور کو بالکل سلب کر دیا ہے۔ اور جوش مخالفت میں یہ کیا کیا کہا جا رہا ہے۔ جماعت اسلامی نے کیا یہ بہت بڑا گناہ کیا ہے کہ پاکستان میں نظام اسلامی کا مطالبہ کیا ہے۔ اور یہاں کے تمام مسلمانوں کو صحیح مسلمان بننے کی جدوجہد شروع کی ہے۔ اور کیا اسلام کے فروغ سے ملک تباہ و برباد ہو گا یا آباد؟ کثرتِ لکھنؤ شیعہ میٹ اقوامہم ان یقولون الا کذباً۔

حزب الانصار کی پالیسی نحو النصیر للہ

حضرت مولانا غلام احمد صاحب بگوبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجلس حزب الانصار کی تائیس اسی غرض کے لئے کی تھی کہ یہ ایک ایسی جماعت ہو جو ہر ممکن طریقہ سے دین کی امداد و اعانت میں حصہ لے۔ اور ملک میں اسلام کو فروغ دینے والی اور باطل کو تباہ کرنے والی ہر تحریک کو قوت پہنچاتے۔ جہاں سے بھی مَن اَنْصَارِیْ اِلٰی اللہ کی آواز بلند ہو جائے۔ دین کی امداد کرنے والوں کا یہ گروہ نحو اَنْصَارِیْ کہہ کر اس حق پر لبیک کہے۔ اور امداد و اعانت کے لئے حاضر ہو۔ اسی نظریہ کے مطابق حضرت مولانا مرحوم نے اپنی زندگی گزار دی۔ عزائمیت شیعیت، خاک رائیت اور اس قسم کے دوسرے فتنوں اور کفر والحاد کی خود بھی پوری پوری سرکوبی کی۔ اور جس جماعت نے

آئندہ اُن سے کوئی خاص توقع ہو سکتی ہے۔ اس لئے تو ٹھیک اسی انداز پر کام کرنا کی ضرورت ہے جو ابتداء کام اور ان کے صحابہؓ نے کیا تھا۔ وہی خلوص اور جوش تبلیغ ہو۔ وہی جذبہ وعظ و نصیحت اور وہی سادگی جسے تکلفی ہوا اور اسی طرح وقت مال اور بدن کی قربانی دیکر اس ماہ میں دیوانہ واذ کلنا ہو۔ تو تب کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ تبلیغ و دعوت دین کا یہی کام منظم اور اجتماعی طور سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جاری کردہ تحریک تبلیغ کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ اور تبلیغی جماعتیں ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور دین کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ تو ہم نے یہ اپنا فرض سمجھا کہ اس جماعت کے کام کو نہ صرف یہ کہ تقریر و تحریر کے ذریعہ سے سراہا جائے بلکہ ہر ممکن ذریعہ سے اسکو تقویت پہنچائی جائے۔ چنانچہ شمس السلام میں جتنی شدت اس سلسلہ میں سپرد قلم ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آئندہ بھی ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پس مجلس حزب الانصار کی پالیسی یہ رہی ہے اور یہ رہیگی کہ جس طرف سے بھی دین کی خدمت کے لئے کوئی پُر خلوص آواز اٹھائے ہم فحشُ الانصار اللہ کہہ کر اسکی اعاد و اعانت کریں گے۔ اسلئے نہیں کہ ہم کو کسی فرد یا کسی جماعت کی ذات سے کوئی خود غرضانہ وابستگی ہے۔ یا اپنے دنیوی مفاد کی خاطر کسی طبقہ یا گروہ کا ساتھ دیتے ہیں۔ بلکہ صرف اسلئے کہ ہمیں دین مطلوب ہے۔ اسکا فروغ پیش نظر ہے ہم جہاں محسوس کرینگے کہ ہمارا مقصد حاصل ہو رہا ہے۔ وہاں ہماری نصرت و حمایت حاضر ہوگی۔ اور یہ سب کچھ اِنْ اَجْرَحِیْ اِلَّا عِلَّ سَرَّابِ الْعَالَمِیْنَ کے ماتحت ہوگا۔

آج کی صعوبت میں تفصیل کیساتھ عرض کرنا کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ ایک خدمت نے کہا۔ کہ رسالہ شمس السلام کی کیا پالیسی ہے۔ اس میں تو مجلس ائرا کی حمایت بھی ہوتی ہے۔ اور جماعت اسلامی کی بھی، مرکز تنظیم کا بھی ذکر ہوتا ہے اور تبلیغی جماعت

مسلمانوں کا مشترکہ کام تھا، قلمی اعانت شروع کی ہے۔ اور رسالہ شمس السلام کے صفحات اُن تمام مضامین کے لئے حاضر ہیں جو اس مقصد کے خاطر لکھے جاتے ہیں۔ پاکستان کے بعد اشد ضرورت تھی کہ علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کیلئے زیادہ سے زیادہ مدارس عربیہ قائم کیے جائیں۔ نصاب تعلیم میں ضروریات زمانہ کے مطابق ترمیم و تیسخ ہو۔ اور جب تک خود حکومت پورے طور سے اس نظام تعلیم کی سرپرستی قبول نہیں کرتی۔ کم از کم اس وقت تک موجودہ مدارس عربیہ کے تحفظ و بقا کے لئے باہمی ربط و تعلق اور تعاون و توافق کا سلسلہ قائم کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے وفاق المدارس العربیہ کی تحریک شروع ہوئی۔ تو ہم نے یہی محسوس کیا کہ یہ ہمارا اپنا ہی مقصد ہے۔ چنانچہ اس بارے میں بھی ہم نے شدت لکھی۔ ہتھمیں مدارس عربیہ کو توجہ دلائی۔ اور پورا حصہ لیا۔ اگرچہ افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اب تک وہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ اور علماء دین و قلم کے تقاضوں سے بالکل بے خبر ہیں اور مصلح کی کوئی پکار اُن پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

عام مسلمانوں میں جہالت اور دین کے بنیادی عقائد سے ہونا واقفی اور بعد ہے وہ ہر اُس حساس و درد مند مسلمان سے مخفی نہیں جس نے کبھی اس لحاظ سے قوم کے حالات کا مطالعہ کیا ہو۔ یہ کہنا تو بلا مبالغہ درست ہے کہ ۵۰ فیصدی صحیح کلمہ نہیں پڑھ سکتے۔ اھ نہ اس کے ترجمہ اور سادہ مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ اور جب بنیادی عقائد کے متعلق یہ درو انگیز حالت ہو تو اعمال و اخلاق کی جو حالت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ ان کروڑوں مسلمانوں کو شعوری مسلمان بنانے اور اسلام کی راہ پر ہر لحاظ سے لگانے کے لئے بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اور تبلیغ کے رسمی طریقے نہایت مفید ثابت ہوئے ہیں اور نہ

تسلیماتِ اسلامی

کرتے ہیں جس سے اختلافات کی چلیج کھٹ جاتی ہو۔ (قرآن مجید)
(۹) خدائے قمار قیامت کے روز اپنی سرکش مخلوق سے پوچھے گا کہ تباہ آج کس کی بادشاہت ہے۔ اُس روز یقیناً خدائے قمار ہی کی حکومت ہوگی۔ (قرآن مجید)
(۱۰) نیکو کاروں کے سامنے جب خدا کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان احکام کو جان بوجھ کر تعمیل کے لئے اپنے کو پیش کر دیتے ہیں۔ (قرآن مجید)
(۱۱) قرآن مجید ہدایت کا ایک بہترین اور غیر فانی دیا ہے جس کو دنیا بھر کی آمدھیاں مل کر بھی نہیں سمجھا سکتیں۔ (قرآن مجید)

بقیہ صفحہ ۱۰ - کی تائید بھی ہوتی ہے۔ معلوم نہیں یہ رسالہ کس جماعت کا ترجمان ہے۔ اُس دومت اور اس جیسے دوسرے احباب کو اپنا موقف سمجھانے کیلئے ہم نے یہ ساری تفصیل عرض کر دی ہے۔ کہ رسالہ رسماً تو ان میں سے کسی ایک کا بھی ترجمان نہیں۔ لیکن حقیقتہً سب کا ترجمان ہے۔ اس لئے کہ یہ رسالہ اسلام کا ترجمان ہے۔ اور جب تک وہ جماعتیں اسلام کا کام کر رہی ہیں۔ رسالہ ان میں سے ہر ایک کی ترجمانی بھی کرے گا۔ اور خدا سنو استہ ان میں سے کسی نے غلط راستہ اختیار کیا تو بس اس وقت نہ صرف یہ کہ ہمارا تعلق اُس سے کٹ جائیگا۔ بلکہ ہم پوری جرأت کے ساتھ پھر اس کی تردید و مخالفت کیا کریں گے۔ **حَتَّىٰ يَفِيعَ لِي أَهْلُ اللَّهِ**۔ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت عطا فرمائے۔ آمین *

(۱) ای انسان کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ خدا نے تم کو بالکل بیکار اور محبت پیدا کیا ہے اور تم اس کے پاس لوٹ کر نہیں جاؤ گے۔ (قرآن مجید)
(۲) بولوگ یہ چاہتے ہیں کہ ممانعت خداوندی کے بعد بھی مسلمان فواحش میں مبتلا رہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیا و آخرت میں بڑی سختی اور عبرت ترک سزا مقرر ہے۔ (قرآن مجید)
(۳) اسی مسلمانوں! شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے استرازد کرو کیونکہ جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہوگا۔ وہ یقیناً بڑی ہی بری باتوں کے کرنے کا حکم دیگا۔ کبھی نیک امر کا صدور اس سے نہیں ہوگا۔ (قرآن مجید)
(۴) اسی مسلمانو! کسی کے گھر میں بغیر اس کے اجازت لئے ہوئے ہرگز نہ داخل ہوا کرو۔ (قرآن مجید)
(۵) اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام مسلمان مردوں کے فیراءد کے وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھائیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اس میں ان کیلئے بہت زیادہ پاکیزگی کی بات ہے۔ (قرآن)
(۶) مسلمانوں کی شان یہ ہے کہ جب کسی محالہ میں انکو خدا اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ بجمع و اطاعت لبیک کہتے ہوئے بڑھتے ہیں۔ (قرآن مجید)
(۷) جن لوگوں نے اپنا خدا اپنی خواہشات کو بنایا ہے انکو آپ خدائے حقیقی کی طرف سے عذاب الیم کی بشارت دیجئے۔ (قرآن مجید)
(۸) خدا کی بندگی کا طوق جن گلوں میں پڑا ہوا ہے۔ ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب وہ زمین میں چلتے ہیں تو آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ ان سے بھی اس طرح بات چیت

بالحیث

ارشادات سالت

لیکن شرط اس کی یہ ہے کہ جس قسم کا وہ علاج کر رہا ہے اس میں اجزاء حرام نہ ملے ہوں۔ (ابوداؤد)

(۱۲) ناپاک علاقوں اور ادویہ سے کبھی شفا نہیں ہو سکتی۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳) شراب میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جو لوگ شراب کو علاج استعمال کرتے ہیں وہ یا تو غلطی میں مبتلا ہیں اور یا عملاً غلطی کے مرتکب ہیں۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے کہ شراب کا استعمال بچائے خود ایک اہم مرض ہے۔ (مسلم و مسند احمد)

(۱۴) جس دوا میں مینٹک ڈالا جاتا ہے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ (ابوداؤد و نسائی)

(۱۵) میری نبوت کا آفتاب اسوقت زوال پر آئیگا جب یہ دنیا کا آفتاب کسلا کر بے نور سا ہو جائیگا۔ (حدیث)

بقیہ صلہ

ابھی باقی تھا۔ بوجہ شہرت کثیر کہ جیلان میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جو رمضان شریف میں دودھ نہیں پیتا۔ جسم غفیر درد و لت پر حاضر ہو کر جواب طالب ہوا۔ جواب ملا۔ امروز عبد القادر شیر خود وہ است۔ اس کے بعد اطراف سے چاند دیکھے جانے کی خبریں پہنچ گئیں۔ آئندہ اشاعت میں سلسلہ تعلیم و تعلم پر بحث کی جائیگی۔ (باقی آئندہ)

(۱) سب سے بڑا طبیب خدا ہے۔ (ابوداؤد)

(۲) دواؤں میں تاثیر اور سہولت کے لحاظ سے قرآن حکیم کی آیات سب سے زیادہ موثر اور بہتر ہیں۔ (ابن ماجہ)

(۳) آنحضرتؐ بدعا کرتے ہیں کہ جو شخص بدیعہ قرآن کے شفا نہ طلب کرے لے خدا تو اسکو ہرگز شفا نہ دینا۔ (دیلی)

(۴) شہد کا استعمال ہر مرض کیلئے شفا عاجل ہے۔ (دیلی)

(۵) روانہ قرآن کی تلاوت بطن کو جسم سے متاکر ایسا مہیج کر دیتی ہے جیسے بطن تمہاری نہیں۔ (دیلی)

(۶) خدا نے جتنے امراض پیدا کئے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہر مرض کے لئے شفا بھی پیدا کر دی ہے۔ (ابن ماجہ)

(۷) جب تم لوگوں کو کوئی مرض لاحق ہو جائے تو ضرور دوا کیا کرو خدا نے ہر مرض کے واسطے سوائے بڑھاپے کے دوا پیدا کیا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۸) ہر مرض کے ساتھ خدا نے اس کے دفعیہ کی دوا بھی پیدا کی۔ مگر اس کی واقفیت کے لئے بس اسی کا علم انبیؑ خوب واقف ہے۔ البتہ کچھ علم اس کا بعد ایک ذرہ کے اپنے بعض بندوں کو بھی دیدیا ہے۔ (مسند احمد)

(۹) جو شخص بغیر علم طب حاصل کئے مطب کرنے لگے اور لوگوں کا علاج معالجہ کرنے لگے وہ خدا کے نزدیک ضامن ہوگا۔ (نسائی و حاکم)

(۱۰) دوا کا اثر یقیناً امور تقدیر میں سے ہے۔ لیکن تاقیہ خدا کا اس کو حکم نہیں ملتا وہ اپنی تاثیر سے بندو نکو فائدہ نہیں دیکھتی۔ (طبرانی)

(۱۱) خدا نے اپنے بندے کو ہر قسم کا علاج کرنے کو فرمایا ہے

حقوق اور قرآن

(مولانا محمد زاہد صاحب الحسینی)
(پہ سلسلہ اشاعت گذشتہ)

عام انسانوں کے حقوق

خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان ہر ایک انسان کے ساتھ حسن معاشرت اور خوش اسلوبی سے پیش آنے کا حکم اسلام نے فرمایا۔ چنانچہ غیر مسلموں کے متعلق یہ چند اصولی باتیں ارشاد فرمائی ہیں:۔
اُن کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہو۔ ان سے مذہبی تحقیق بہت سے بہتر طریقہ پر کرو۔ عام برتاؤ کی چیزیں ان سے نہ دو۔ ان کے حقوق ضائع نہ کرو۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدِينُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

اور دشنام مت دو انکو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ پھر وہ بھی نادانی کی وجہ سے حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور ان کے ساتھ بہت ہی بہتر طریقہ سے بحث و مباحثہ کرو۔ اور تم اہل کتاب کے ساتھ مذہب اور بہترین طریقہ کے سوا بحث نہ کرو۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ صُلَّيْنَ الَّذِينَ يَنْ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُكَادُونَ يَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ وَلَا تَجَسَّسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ

پھر فرمائی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے غیبر میں وہ جو دکھا دھارتے ہیں اور مانگی نہ دیں برتنے کی چیزیں۔ اور لوگوں کو انکی چیزیں ناقص نہ

وَلَا تَصْغُرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ

اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر۔
نوش: ہر ان آیات میں نام کا لفظ ہے جو ہر انسان پر ہوتا جاتا ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام انسانوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہوئے فرمایا۔

مسلمان وہ ہے کہ جسکی شرارت سے سب لوگ محفوظ رہیں۔ (ترمذی)

عام کائنات کے حقوق

اسکو فطرت کے خلاف استعمال کرنا گویا اس کے ساتھ برائی ہے۔ مثلاً ایک جاندار جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانی منافع کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس سے زیادہ نفع لینا اس کے حق میں ظلم ہے۔ یا اس کو اس محل پر استعمال نہ کرنا یہ بھی ظلم ہے۔ قرآن کریم نے کائنات عالم کے متعلق دو حقوق بیان کئے۔

ایک تو یہ کہ ہر موجود اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ لہذا اس کے ساتھ حسن معاملہ کا عمل کیا جائے۔ دوسرا تمام جاندار تمہاری طرح اقوام اور اہم ہیں۔ اسلئے تم کو ان کے ساتھ بھی رحم و لطف سے پیش آنا چاہئے۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

إِنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلَاةٍ أَنْ يَنْسِفُ بِحَمْدِ اللَّهِ إِلَّا أَمْرًا مِمَّا تَكْمُرُ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

(مولانا معین الدین صاحب ندوی)

نام، نسب، خاندان | عارض نام ابو عبیدہ کنیت امین الامۃ لقب۔ گو والد کا نام عبد اللہ تھا لیکن داد اکیرط منسوب ہو کر ابن الجراح کے نام سے مشہور ہوئے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمار بن عبد اللہ بن الجراح بن بلال بن اسیب بن ضبہ بن الحارث بن الفہر القرش القرہی۔ حضرت ابو عبیدہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں فر پر حضرت سرور کائنات صلعم سے ملتا ہے۔ ماں بھی اسی قرہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور اصحاب سیر کی تحقیق کے مطابق مسلمان ہوئیں۔

اسلام : حضرت ابو عبیدہ حضرت ابو بکر صدیق کی تبلیغ و دعوت پر حلقہ گوش اسلام ہوئے۔ اس وقت تک رسول اللہ صلعم ارقم کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ ہجرت : ہر اسلام قبول کرنے کے بعد قریش مکہ کے ظلم و ستم سے دو مرتبہ ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے۔ پھر آخری دفعہ سب کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے۔ یہاں رسول اللہ صلعم نے ان میں اور حضرت سعد بن معاذ میں بھائی چارہ کرادیا۔

غزوات : ہر مشرکین قریش نے مدینہ پہنچنے کے بعد بھی مسلمانوں کو پتھن سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور مبارزت طلبی کر کے میدان جنگ کی دعوت دی۔ چنانچہ غزوہ بدر اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ شجاعت و جان بازی کے ساتھ اس جنگ میں سرگرم پیکار ہوئے۔ ان کے والد عبد اللہ بھی اس وقت تک زندہ تھے۔ اور کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے۔ انہوں نے تاک تاک کر کے خود اپنے تخت ہلکے

کو نشانہ بنانا ابو عبیدہ چاہا تو غوری دیر تک طرح دیتے رہے۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے تو بالآخر جوش تو حید نبی تعلق پر غالب آگیا۔ اور ایک ہی ہاتھ میں ان کا کام تمام کر دیا۔ درحقیقت یہ والہانہ جوش اور مذہبی جوش کی نہایت سچی مثال تھی۔ جس میں ماں باپ بھائی بن غرض تمام رشتہ دار بالکل ایک اجنبی دشمن کی طرح نظر آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک نے اس انقطاع الی اللہ کی ان الفاظ میں داد دی۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ
أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ
عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ
فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمُ
بِرُوحٍ مِّنَّا ۖ وَسَوَّاهُمْ
فِي مَا يَكْسِبُونَ

غزوہ اُحد میں آنحضرت صلعم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور ذرہ کی دو کڑیاں پیچھے گئی تھیں جس سے سخت تکلیف تھی حضرت ابو عبیدہ نے دانت سے پکڑ کر کھینچا۔ اگرچہ ان کڑیوں نے نکلنے نہ سکے ان کے دودانت شہید کر دیئے لیکن رسول اللہ صلعم کی خدمت گزاری میں دودانت کیا جان بھی نہ رہ جاتی تو پرواہ نہ تھی۔ غزوہ خندق اور بنو قریظہ کی سرکوبی میں بھی سرگرم رہے۔ پھر حبیب قبیلہ ثعلبہ اور انار نے قحط زدہ ہونے کی طرف مدینہ میں

کرنا پڑی۔ لیکن خدا نے پاک نے بہت جلدیہ مصیبت دور کر دی۔ اور سمن کے کنا سے ایک ایسی عظیم الشان بچھلی مل گئی کہ مجاہدین نے عرصہ تک اس پر گزراوقات کی۔ اور کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ اس سال مکہ فتح ہوا پھر مدینہ اور طائف کی جنگیں پیش آئیں۔ حضرت ابو عبیدہ ان تمام معرکوں میں جان بازی کے ساتھ پیش پیش رہے * (باقی آئندہ)

بقیہ ۳۵

لہذا سرکار انگریزی کی ان خدمات جلیلہ کو وہی لوگ عنایات اور احسانات قرار دے سکتے تھے اور وہی لوگ، ان دشمنان دین نبی کی وفا داری کے گیت گان سکتے تھے۔ بواللہ اور قیامت پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔ اور جو فی الحقیقت اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہوں۔ ارشاد باری ہے: لَا تَحِلُّ قَوْمًا يٰۤاَبُو مَرْثُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ كَسِيَ قَوْمٌ كُوَآبٍ نَّهِيں پاشینگے يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَا اللّٰهَ كِه وہ ان لوگوں سے دوستی وَرَسُوْلًا وَّلَوْ كَانُوْا اَبَاؤَهُمْ كیس بواللہ ورسول کے مخالف اَوْ اَبْنَاؤُهُمْ اَوْ اِخْوَانُهُمْ اَوْ عَشِيْرَتُهُمْ الخ ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ دادا یا لگے بیٹے یا انکے بھائی اور (المجادلہ - پ ۲۸) یا انکے کنبہ والے ہوں۔

یقطنی اور یقینی بات ہے کہ بولوگ فی الحقیقت مومن ہوں وہ اللہ ورسول کے مخالفوں اور دشمنوں سے کبھی محبت و دوستی نہیں کر سکتے اور اگر کریں تو وہ سچے مومن نہیں رہ سکتے۔ ایمان اور اللہ ورسول کے دشمنوں کی محبت و متضاد چیزیں ہیں۔ ایمان کی تحقیق کیلئے کفر سے تبری کرنا ضروری ہے۔ دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز خوف لاسے ہوتا ہے۔ یعنی یہ عقیدہ کہ کوئی معبود نہیں۔ اس نفی سے دلوگ تسلی نہیں ہوتی۔ بلکہ طمانیت قلب کے لئے اثبات ضروری ہے، جب ایک شخص

غارت گری شروع کی تو بارگاہ رسالت سے ان کی سرکوبی پر مامور ہوئے چنانچہ انہوں نے ربیع الثانی کے چھینے میں چالیس آدمیوں کے ساتھ ڈاکوؤں کے مرکزی مقام خدے القفہ پر چھا پہ مار کر انکو ہلاکوں میں منتشر کر دیا۔ اور ایک شخص کو گرفتار کر کے لے گئے۔ جس نے مدینہ پہنچ کر بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا۔ اسی سال بیعت الرضوان میں شریک ہوئے۔ بلکہ مقام مدینہ میں قریش کے سے جو عہد نامہ طے پایا اس پر ان کی شہادت بھی تھی۔ پھر شدہ میں خیبر کی فوج کشی میں رسول اللہ صلعم کے ہمراہ ہوئے اور اسکی فتح میں شجاعت اور بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ ان محاب سے فارغ ہونے کے بعد سرور کائنات صلعم نے حضرت عمر بن العاص کو ایک جمعیت کیساتھ ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا۔ وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس لئے انہوں نے دربار رسالت سے کمک طلب کی۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ابو عبیدہ کی زیمائار دو سو جنگجو بہادر روانہ فرمائے۔ اس امدادی فوج کی ہمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس میں حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ غرض جب یہ فوج حضرت عمر بن العاص کی فوج سے مل گئی تو قدرۃ امامت سپہ ساری پر عام کی بحث پیدا ہوئی۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کی جلال شان اور علو مرتبت کے مقابلہ میں حضرت عمر بن العاص کو اس شرف گرامی کا استحقاق نہ تھا۔ تاہم ان کے فہم و ہمار سے حضرت ابو عبیدہ نے اطاعت کا طوق خود اپنے گے۔ ایسے ٹولے کیا۔ اور نہایت کامیابی کے ساتھ حملہ کر کے غنیم کو زیر و زبر کر دیا۔ رجب شدہ میں ایک دوسری مہم خود حضرت ابو عبیدہ کی زیر قیادت ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کی گئی تاکہ قریشی قافلوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلا میں اور سامان رسد میں صرف کھجوریں ساتھ کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ جب یہ سرابہ ختم ہونے لگا تو چند دنوں تک صرف ایک ایک کھجور پر قنات

تذکرۃ الصالحین

تذکرہ شیخ الاسلام قطب القادری سید عبد القادر الجیلانی نور اللہ مرقوم
(مولانا محمد امین صاحب کوٹلی)

کے کف نور غلّ نقش لیا است۔ کوئیل نور نور شید خداست چہ سایہ یزدان بود مرد خدا۔ مردہ این عالم وزندہ با خدا

مفصل نسبہ الشریف من جانب الام الى الامام الحام سیدنا
الامام الحسین ثبوت برواۃ للعدّات من المعتمدات الثقات
علماء المحدثین والثورعین والفقہاء الکاملین رحمہم اللہ اجمعین
(رحمۃ الیفا)

زہدہ الخاطریں ملا علی قاری یوں تحریر فرماتے ہیں۔
آنانسبہ الشریف لامہ بالامام الامام سید الشہداء ابی
عبد اللہ الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کما ذکرہ
غیر واحد من العدول والثقات علی ہذا الوجه والمناوال ان السید
الشیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر بن السیدہ ام الخیر امۃ الجبار
فاطمہ بنت السید عبد اللہ صومعی الزاہد بن السید کمال الدین
عیسیٰ بن سید الامام علاء الدین محمد الجواد بن الامام علی الرضا
بن الامام موسیٰ کاظم بن الامام جعفر الصادق بن الامام محمد
الباقر بن الامام زین العابدین بن الامام الحام سید الشہداء ابی
عبد اللہ الحسین بن الحکم الامام امیر المؤمنین سیدنا علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہم

وہ تبیین اللہ حضرة الامام سیدنا الشیخ عبد القادر الجیلانی
سید شریف الطرفین صحیح النسب من الابوين من الحسن والحسین
الحسن من ہنۃ الاب والحسین من ہنۃ الام لا عابۃ لا قامتہ
الدلیل علی ہذا النسب الشریف۔

کیا ہوا جبکہ ایک فرقہ ضالہ کا اعتقاد یہ تحقیق نسب غیر

تخصرت غوث مہدانی قطب ربانی کی ولادت باسجاد
ہمقام نینق علاقہ جیلان ہوئی۔ جسکی وجہ سے جیلانی مشہور ہوئے۔
تاریخ ولادت لکھتے ہیں۔ اور بروایت شمس ہے۔ جیلان
طبرستان کے قریب ایک چھوٹے سے حصہ کا نام ہے۔ جو چند
شہروں اور بستیوں پر مشتمل ہے۔

نواجہ اجمیری نے بمقام جیل ۷۵ یوم دربار غوثیت
میں قیام فرما کر فیض اور جمعیت باطنی تربیت روحانی حاصل
کی تھی۔ جو وقت زمانے کا غوث محی الاسلام منصف شہود پر
جلوہ افروز ہوئے تو امام الانبیاء حضور پر نور فلاح ابی دہلی مع
صحابہ کبار و اولیائے ناماد روحانی طور پر تشریف لائے حضور
کے والدین کو مبارکباد دی۔ آپکے والد ابجد سید ابو صالح فرماتے ہیں۔
حضور نے اس موقع پر مجھے یوں ارشاد فرمایا کہ خدائے نے
تجھے ایسا فرزند عطا فرمایا ہے جو میرا اور خالق عالم کا محبوب ہے۔
اولیاء اللہ میں اس کا شان ایسا ہے جیسا میرا شان انبیاء میں
ارفع واعلیٰ ہے۔

تحقیق نسب
آل ذات والاصفات جس طرح من ہنۃ
الاب سادات کے شرف سے مشرف

ہیں اس طرح من ہنۃ الام بھی اس شرف سے مشرف ہیں۔

غوث مہدانی عارف یزدانی قدیل نولانی سید ابو محمد
عبد القادر الجیلانی الحسنی والحسینی من ہنۃ الام والاب۔

چہرام: یہ کہ آپ کی ولادت چونکہ رمضان شریف میں ہوئی اس لئے اول یوم سے روزہ دار ثابت ہوئے۔ صبح صادق سے بیکر شام تک شیر نہ پیا۔

اسی کا تذکرہ ایک قصیدہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: ہر
بلایہ امری ذکرا ملاء الفضل
وصومی فی مہدی بلہ کان شہوتی

پانچواں: یہ کہ آپ کا شانہ مبارک پراثر قدم حضور پر پور کے تھے تمام اہل مشاہدہ اپنی کتب میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ شب معراج میں جب براق نے یوم القیامت بھی مرکوب نبوی ہوئے کی بشارت حاصل کی تو اس وقت اس سرور میں اتنا بلند قامت ہوا کہ جسکی اونچائی ہم ذراع۔ اہل مشاہدہ حضرات بتاتے ہیں اس وقت غوث صمدانی کی روح نے بحکم ربی حاضر ہو کر عرض کی۔ بار مصطفیٰ میرے شانہ پر سوار ہو کر مجھے متفخر فرمائیے۔ فداہ ابی دہمی۔ سرور عالم غوث الاعظم کی گردن پر سوار ہوئے اور فرمایا میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر۔ اس طرح یہ نعمت عظمیٰ اور تہ علیا حضرت غوث الاعظم کو حاصل ہوا۔ ذلک فضل اللہ توبہ من یشاء۔

غوث الاعظم مادر زاد ولی اللہ تھے!

نبیۃ الاسرار میں مرقوم ہے حضرت غوث صمدانی کو والدہ کے بطن مبارک میں اللہ متقی و علی نے تھو دفعہ اپنی تجلی سے شرفیاب کیا۔ فرماتے ہیں ان اللہ تجلی علیہ وھو فی بطن امہ مائتہ مرتبہ۔

نفحات الانس میں مسطور ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ فرمایا کرتی تھیں کہ میرا نخت جگر رمضان شریف کے دنوں میں شیر نہیں پیا کرتے تھے۔ ایک بار ہلال رمضان میں سخت اشتیاق ہوا۔ تمام لوگ حیران و سرسیمہ تھے حتیٰ کہ دن ہو گیا اختلاف

ازیں ہو۔ جبکہ حتم غفر سواد اعظم اس بات کا مشہد ہے۔ کہ غوث صمدانی قدیل نورانی من بہتہ الاب والام سادات کے شرف سے ہیں۔ من شہد شہد فی النار (ابن ماجہ) قال صلعم من فارق الجماعة قداس شہر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (رواہ احمد) لایجتمع امتی علی الضلالۃ (ابن ماجہ)

تاریخ ولادت

سال مولودش زاویج کبریا ۱۰۰۰۰۰ زبیر تلج اولیا سال مولودش کہیں نگین ترست ۱۰۰۰۰۰ محبوب عبدالقادر کسی شاعر نے سن ولادت کو بلفظ عیشیق لکھا ہے: ہر در حسن و جمال ماہ جمیلی! ہر دیدہ کہ دید گفت عشق ست تاریخ ولادتش زعارف! ہر کس کہ شنید گفت عشق ست

بوقت ولادت پانچ امور عجیبہ کا ظہور

اول یہ کہ سرور عالم بمعہ صحابہ کرام و ائمہ عظام و اولیائے انام تشریف فرما ہوئے۔ میرے والد کو خطاب کر کے فرمایا کہ یا اباصالح اعطاک اللہ ابنا و ہو ولدی و محبوبی و محبوب رب العالمین و سیکون لہ شان فی الاولیاء و الاقطاب کثانی بین الانبیاء و الرسل۔

دوسرا یہ کہ جمیع انبیاء و رسل بہ تبعیتہ المصطفیٰ میرے والد کو رویا کے عالم میں بشارت دی کہ بجز ائمہ کرام تمام اولیاء تیرے اس مولود کے مطوع ہوں گے۔ اور اپنی گردنوں پر ان کا قدم رکھیں گے۔ اور اگر کوئی انحراف کریگا تو وہ قرب الہی سر مطرود ہوگا۔

تیسرا امر یہ کہ اس شب ولادت میں گیلان کی حاملہ عورتوں کے ہاں سب ذکور پیدا ہوئے احد جتنے پیدا ہوئے سب مادر زاد ولی اللہ تھے۔

سفرِ ہند شریف کے مختصر تاثرات

(حضرت صاحبزادہ مولانا محبوب الرسول صانقشبند مجددی رحمہ اللہ)

اور کس دیکھنے لگے۔ اس میں تین گھنٹے لگ گئے۔ نماز ظہر لوگوں نے ادا کر لی۔ پھر سرحد پار کر نیکار محلہ آیا۔ لاریوں سے اتارا گیا۔ ہندو افسر بھالک کے اس پار موجود تھے۔ ایک ایک کا نام پکارا جاتا اور لوگ پاکستان سے ہندوستان میں داخل ہو جاتے۔ جب یہ مرحلہ گزرا اور باقاعدہ حکومت ہند کی تحویل میں آگئے تو ہمارے ساتھ دو لاریاں پولیس کی چلنے لگیں۔ ان کا انچارج ایک پولیس افسر تھا۔ ہندوستانی کسٹم والوں نے سرسری دیکھ بھال کی چند منٹوں میں فارغ کر دیا۔ نماز عصر ادا کر لی گئی۔ اب شام کے پانچ بج چکے تھے۔ اور صرف سترہ میل سفر طے ہوا۔ اب ڈرائیوروں نے لاریوں کی باگلیں اٹھائیں اور لاریاں ہندوستانی سڑک پر ٹراٹے بھرنے لگیں۔ شام ہوتے ہوتے ہم امرتسر پہنچ گئے۔ امرتسر کی سڑکوں پر خوب پھل پھل تھی۔ ہر طرف ہندو بلکہ مغربی تہذیب کے مظاہرات تھے۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ امرتسر میں اب سائیکل رکشہ کا عام رواج ہو چلا ہے۔ اس میں امرات کے بوڑھے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور مزدور پاؤں سے اسکو چلاتا ہے۔ تھانہ کے وسیع گراؤنڈ میں لاریاں آکر ٹھہریں۔ سب قافلہ اترا لوگوں نے وضو کیا۔ گراؤنڈ میں صفیں قائم ہوئیں۔ قاری عیش مجھ سے نماز شام پڑھاٹی۔ قرات اس جہیر الصوفی سے کی کہ امرتسر کے درو دیوار گونج گئے۔ یہ منظر دیکھ کر دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ ایک مدت کے بعد اس سرزمین میں توحید کی ایک دھیمی آواز بلند ہوئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پھر لاریوں میں بیٹھ گئے۔ اب ہر طرف تاریکی چھا چکی تھی قافلہ عجلت سے روانہ ہوا۔

ہم ۶ دسمبر صبح ۶ بجے حب الاعلان رابرٹس کلب پہنچ گئے۔ ۷ بجے روانگی کا اعلان تھا۔ خدا خدا کر کے سالاران قافلہ فرماں فرماں تشریف لائے۔ صف بندی کے احکام جاری ہوئے۔ ہم صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ ایک ایک کا نام پکارا جانے لگا۔ اس مرحلہ کے طے ہونے میں تین گھنٹہ لگ گئے۔ ۱۰ بجے رابرٹس کلب سے پانچ لاریوں پر ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ قافلہ دو سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ قافلہ میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب خانقاہ شریف سر اجیہ مجددیہ کنڈیاں، مولانا افتخار احمد صاحب گدوی امیر حزب الانصار، حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عمر صاحب بیریل شریف کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ جب لاریاں دایگہ کے قریب پہنچیں تو پھر سالار قافلہ نے اترنے کا حکم دیا۔ صف بندی کرائی گئی۔ اور نئے سرے سے گفتی شروع ہوئی۔ کچھ لوگ تعداد سے زیادہ آئے تھے۔ انکو واپسی کا حکم ملا۔ وہاں یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ منتظرین قافلہ شیخ محبوب آئی صاحب اور شرمندہ یامین سیکرٹری لیگ نے یہاں بھی کنبہ پروردی اور احباب کو ازسی سے کام لیا۔ جو لوگ حضرت مجدد الف ثانی کے عرس میں شرکت کیلئے نہایت ذوق شوق سے جا رہے تھے انکی مطلق پرواہ نہ کی گئی بلکہ بعض سجادہ نشینوں کو بھی واپس کر دیا گیا۔ اور انکی جگہ اپنے دوست احباب جو تجارت وغیرہ کے اغراض لیکر جا رہے تھے انکو بھرتی کر لیا گیا۔ جب یہ مرحلہ بھی طے ہوا تو ہم سرحد پر تھے۔ پہلے تو پاکستانی کسٹم والوں سے واسطہ پڑا۔ یہ لوگ ایک ایک سترہ

امامت نماز بھی قاری صاحب لکھنؤ کے ذمہ تھی۔ جب خانقاہ عالیہ کے متعلقہ عمارات مساجد، مقبرے اور باغات کا جائزہ لیا گیا تو یہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا کہ کھلیخ میں کوئی کمی نہ تھی بلکہ اضافہ تھا۔ ہر طرف تازہ مرمت ہوئی تھی۔ کمروں کے اندر بھی تازہ سفیدی تھی۔ بجلی کا انجن باقاعدہ کام کر رہا تھا۔ کنوئیں چل رہے تھے۔ باغات سرسبز تھے۔ بادی النظر میں انقلاب کی کوئی علامت نظر نہیں آتی تھی۔ بے ساختہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی لانے کے بعد خلیفہ مقبول احمد صاحب کے حسن انتظام کی داد دینی پڑی۔ لنگر کا انتظام بھی حسب سابق تھا۔ بلکہ صبح چائے مع ناشتہ کا اضافہ تھا۔ مالیر کوٹہ سے قصبہ باورچی اور لنگر کے متعلق کام کرنے والے آئے ہوئے تھے۔ مالیر کوٹہ والوں نے بہت تیزی سے خدمت کی۔ کھانا سب کمروں میں بروقت پہنچتا رہا۔ کھانے میں گوشت کے علاوہ کبھی کبھی پلاؤ بھی ہوتا۔ پاکستانی قافلہ کے علاوہ مشرقی پنجاب کے مسلمان، یوپی، دہلی بمبئی اور کشمیر سے بھی لوگ آئے ہوئے تھے۔ سب زیادہ لوگ مالیر کوٹہ اور یوپی سے شریک عرس ہوئے۔ افغانستان کی کوئی نظر نہیں پڑا۔ ۸ دسمبر کو جمعہ تھا۔ مسجد محمدی کا وسیع میدان نمازیوں سے بھر گیا۔ گرد و نواح کے حجروں میں بھی لوگ بیٹھے تھے ایک نیچے خطبہ ہوا۔ نماز جمعہ میں شرکاء کی تعداد دواہزار سے متجاوز تھی۔ کبر بلند آوازی سے تکبیریں پکار رہے تھے۔ جمعہ سے فارغ ہو کر قرآن خوانی ہوئی۔ فرقانیہ لکھنؤ کے لڑکے نہایت سلیقہ اور مستعدی سے پاسے تقسیم کر رہے تھے۔ گرد و نواح کے ہند اور سکھ بھی دن کو آجاتے۔ اپنے آشناؤں سے ملتے۔ ان کا انداز پُرانہ محبت ہوتا۔ ہم خانقاہ عالیہ سے باہر بھی چلے گئے۔ حضرت جتہ اللہ نقشبندؒ اور حضرت شیخ عبد اللہؒ (والد حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے مزارات پر بھی حاضر ہوئے۔ کچھ لوگ گاؤں وغیرہ میں بھی چلے گئے۔ ۹ دسمبر سنیچر وار آخری ختم تھا۔ ایک سو بیس قرآن مجید ختم ہوئے۔ قراء نے قرأت کی۔ ۱۲ بجے دوپہر دعا کے ساتھ عرس ختم

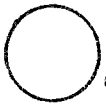
سفر طے کرنا ہوا جانندھر پہنچا۔ لیکن لاریوں کو جانندھر میں ٹھہرایا نہیں گیا۔ جانندھر کی آبادی پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ ہر طرف بازار میں لکڑی کے ڈبے نظر آتے ہیں۔ بو غالباً پناہ گیروں کے لئے بنائے گئے ہیں جن میں دوکانداری کرتے ہیں۔ (انجے ہم لدھیانہ پہنچے۔ شرکائے قافلہ کے کہنے پر لدھیانہ میں لاریوں کو ٹھہرایا گیا۔ بازاروں میں خوب رونق تھی۔ اور ہر طرف دکانیں کھل رہی تھیں۔ لوگوں نے خوب خرید و فروخت کی۔ قزوئہ خوب سمستا تھا۔ اس پر اجابائے ماتھے صاف کئے۔ قافلہ میں اکثر لوگ لدھیانہ کے باشندے تھے وہ شہر میں چلے گئے۔ انکی انتظار میں سب قافلہ کو تقریباً دو گھنٹہ ٹھہرا پڑا جس سے پریشانی ہوئی۔ ۱۲ بجے ہم لدھیانہ سے روانہ ہوئے، لاریوں نے پوری تیز رفتاری سے کام لیا۔ دو ٹیڑھے بجے کے قریب سرہند شریف کے ریلوے اسٹیشن سے گذر خانقاہ عالیہ کے شکر پر ہوئے۔ اسوقت مشتاقان ریارت کا دل بلیو اچھل رہا تھا۔ وعدہ و صلہ ہوں شود نزدیک۔ آتش ہر تیز تر گرد و جب لاریاں گرد و راہ فتح گڑھ سے آگے گذریں تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روضہ اقدس کا گنبد نظر پڑا۔ جس پر چاروں طرف بجلی کے قمقمے روشن تھے۔ عشاق پر بیانیہ رفت طاری ہو گئی روح لذت میں نمی شناسی بخدا تانہ چشتی بد خانقاہ عالیہ کا صدر دروازہ کھلا تھا۔ پولیس کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ لاریاں اندر چلی گئیں۔ تمام خانقاہ بجلی کی روشنی سے بے نقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ نالاب کے پاس اترے۔ خلیفہ مقبول احمد صاحبؒ خود بڑھ کر خیر مقدم کیا۔ تمام قافلہ کو علیحدہ علیحدہ کمرے دیدیے گئے۔ لوگوں نے نماز عشاء ادا کی۔ دکانوں پر چائے مٹھائی اور دودھ موجود تھا۔ حسب منشا لوگوں نے کھایا پیا اور اڑھائی بجے سو گئے۔ صبح بیدار ہوئے۔ نماز مسجد محمدی میں ادا کی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے قراء و طلبہ حسب سابق تشریف لائے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد باقاعدہ قرآن خوانی شروع ہوئی۔

ہوا۔ اردسمبر بعد نماز صبح ۸ بجے روانگی تھی۔ علی الصبح لوگوں
ناشتہ کر لیا۔ اور لاریوں پر اسباب رکھ دیا گیا۔ شرک پر پھر گنتی شروع
ہوئی۔ ریاست کے حکام نے کئی بار گنتی کی۔ ہندوستان کے
مسلمان اور متوہلین ہندو کا یہ عالم تھا کہ لاریوں کے پاس کھڑے تھے۔
جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو ان لوگوں کے میاں خستہ آنسو دھک
گئے۔ مشرقی پنجاب کے ایک باشندہ نے کہا پھر یہ صورتیں شاید
..... ان کے بیدہ گریاں و سینہ بریاں اس مقدس سرزمین
سے رخصت ہوئے۔ لاریاں صاف شرک پر پوری رفتار سے چل
رہی تھیں۔ جب سر ہند منڈی سے قافلہ گزرا تو رکھ اور ہندو
دو طرفہ کھڑے ہو گئے۔ اور ہم لوگوں کو تعجب کی نگاہ سے دیکھ رہے
تھے۔ اسی طرح کئی آبادیوں سے گزرتے ہوئے ان کے لہیانہ
پھونچے۔ مگر یہ دیکھ کر ہمارے تعجب کی انتہا نہ رہی۔ ہمارے آمد کی
بیاں باقاعدہ اطلاع تھی۔ اور لوگ تین میل دو طرفہ صفیں باندھ کر
کھڑے تھے۔ جن میں اکثریت شرناتھوں کی تھی۔ جب ان قطاروں
سے لاریاں گزرنے لگیں تو لوگوں نے ہاتھ ہلا کر اور چیخ بچ کر
ٹھہرنے کے لئے کہا۔ قطاروں کی آخری حد پر لاریوں کو روکا گیا۔ لوگ
ساتھوں سے اور پیادہ قافلہ کی طرف دوڑنے لگے۔ جب بعض
سابق ہم وطن آپس میں ملے تو میاں خستہ پٹ گئے۔ دونوں طرف
فرط گریہ سے ہچکی بندھ گئی۔ بعض پورھی عورتوں کو پاکستانی ہم وطنوں
سے لپٹ کر چینی مار کر روتا دیکھا گیا۔ وہ پھل وغیرہ ساتھ لائے
تھے۔ اپنے اپنے ہم وطنوں کو پیش کئے۔ بعض ہندو قرآن کریم کی
جلدیں فطرتی میں رکھ کر اس پر ریشمی قیمتی کپڑا لپیٹ کر اور اس پر
پھول رکھ کر ساتھ لائے تھے۔ ہدیہ اہل قافلہ احباب کو پیش کئے
جو بعد شکر قبول کر لئے گئے۔ یہ رقت انگیز منظر دیر تک قائم رہا۔
ایک نوجوان راقم الحروف کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ اس گاڑی
میں چینیٹ کا کوئی باشندہ ہے؟ جب جواب نفی میں ملا تو مجھ سے
مناظر ہو کر کہنے لگا کہ اگر چینیٹ سے گزرو تو میرا سلام چنیٹ

کو پہنچا دیں۔ ساتھ ہی اس کے آنسو رخساروں پر بہنے لگے۔ نزا
بوم سے یہ فطرتی محبت دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ لدھیانہ کا گورستان
قریب تھا۔ باشندگان لدھیانہ فاتحہ خوانی کے لئے گورستان میں
چلے گئے۔ لدھیانہ کا شہر آفاق گورستان جس میں صد ہا علماء
و فضلاء آرام کئے ہوئے ہیں۔ اب ایک ویرانہ سے زیادہ نہیں
جس میں ٹوٹی پھوٹی چند قبریں اور جاجائینوں کے ڈھیر ہیں۔ کچھ
کشمیری مسلمان مزدور بھی آگئے راقم نے ان سے انکی تعداد پوچھی
تو انہوں نے ڈیڑھ سو بتائی۔ وہ مزدوری وغیرہ کے لئے شاید عارضی
قیام لدھیانہ میں رکھتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں
نے کہا کہ ہم جس محلہ میں ہوتے ہیں اُسی محلہ کی مسجد میں اذان
کمک ہم نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔ دوسری لدھیانہ کی عظیم
الشان مساجد نمازیوں کا راستہ تک رہی ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد
لوگ اپنے پروگرام سے فارغ ہوئے تو قافلہ آگے بڑھا ڈیڑھ بجے
جاناندر پور پہنچے۔ تھانہ کے گاؤں میں نماز ظہر باجماعت ادا کی گئی۔
پروگرام کے مطابق ہائی کمشنر پاکستان مقیم جاناندر کے ہاں چائے
تھی۔ مگر یہ ہونیکئی وجہ سے پروگرام کو ترک کرنا پڑا۔ اڑھائی بجے
جاناندر سے روانہ ہوئے۔ ہندو حکومت اس مرکزی شرک کو
وسیع کر رہی ہے۔ جاناندر سے امرتسر کے قریب تک تیار ہو چکی
ہے۔ تادکوان اور کنکر پٹ کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ شرک کی
دمت سے لاریوں کی آمد و رفت میں بہت سہولتیں ہو گئی ہیں۔
شرک کے دونوں طرف کئی دیہاتی آبادیاں نظر آ رہی ہیں جن میں
ویران مساجد بھی دکھائی دیتی ہیں۔ کئی آبادیاں ایسی بھی دکھائی
دیں جو اب بالکل ویران ہیں۔ ان کے مکان خاوہ علی بنو شہنا کا
منظر پیش کر رہے ہیں۔ وہاں پناہ گیروں کو بسایا نہیں گیا۔ مگر
تاحال مساجد منہدم نہیں ہوئیں بلکہ ویرانہ کے وسط میں کھڑی
ہو کر اور اپنی اڑیاں اٹھا اٹھا کر اپنے مسافروں کو دیکھ رہی ہیں۔
فاعتدروا یا ادلی الالبصا۔ ستلج اور بیاس کا دوا بہ متعہ

کے ذمہ درخواستیں منظور کرنے کا کام لگایا ہے وہ بہت نا اہل ہیں۔ اکثر ان لوگوں کے نام منظور کئے گئے جن کے رشتہ دار وغیرہ سکرٹریٹ میں ہیں۔ اور انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور ہندو دوستوں کی تجارت کے سلسلہ میں ملاقات کرنے کے لئے جانا تھا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے پاس مراقبہ اور قرآن پڑھنے والوں کی وہ بھیڑ نظر نہیں آتی تھی جو آتی چاہئے۔ اس کے برعکس سلوک مجددی کے حاملین کی درخواستیں بہت بے رحمی سے مسترد کر دی گئیں۔ آئندہ اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ اس کام پر کوئی ایسا آدمی لگنا چاہئے جو مستحقین کی زیارت کی درخواستیں منظور کرے۔ اور ان میں بھی یہ شرط ہو کہ ایک آدمی ہر سال نہ جاسکے۔ تو خود حدیث مفصل بخوان از من مجلس *

سرخ نشان



دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ

ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی ارسال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را وی۔ پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں *

(غلام حسین منیجرا)

پنجاب میں سب سے زیادہ زرخیز تھا۔ اگرچہ اب بھی وہاں کافی سرسبز دیکھا جاتا ہے۔ مگر جسے اس دور آج کا پیدا منظر دیکھا ہوا ہے وہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آج کل محض خشک آبی ساقی نہ ماند ہے وہ کھیتوں میں اپنا خون پسینہ ایک کر کے سونا اگانے والی قوم چلی گئی اور اسکی جگہ تجارت پیشہ قوم نے لی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مشرقی پنجاب کے شہر تو بہت پر رونق ہیں مگر وہ میدان جہاں ہر موسم میں کھیت نکلتے نظر آتے تھے اب بھیانک منظر پیش کر رہے ہیں۔ عصر کے قریب امرتسر سے گزرتے لوگوں کی تعجب زدہ نگاہیں اٹھتیں مگر لاریاں ٹھیراتی نہیں گئیں ساڑھے پانچ بجے ہم ہندوستانی کسٹم کی پولی پر پہنچ گئے۔ اور پھر وہی تلاشی والا سلسلہ شروع ہوا۔ خیبر ہندوستان والوں نے تو جلد فارغ کر دیا۔ مگر پاکستان نے ہمیں وصول کرنے میں دو گھنٹہ لگا دیئے۔ ڈیپٹی کمشنر لاہور کو فون کیا گیا تو وصولی کا ارشاد ہوا۔ اب پاکستان کی سر زمین میں داخل ہوئے تھے۔ ہندو گارڈ کا افسر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور نہایت خلوص سے رخصت کیا۔ اس کا ذکر نہ کرنا ناسپاسی ہوگی کہ آمد و رفت میں افسر مذکور کا رویہ نہ صرف شریفانہ تھا بلکہ خادمانہ بھی تھا۔ قافلہ کی جا بیجا خواہشات پوری کرنیکی کوشش کی گئی۔ پانی کی ضرورت پڑی تو فی الفور حاضر کیا۔ جہاں ٹھہرنے کے لئے کہا گیا وہاں ہی گاڑیاں روک لی گئیں۔ کھانے اور نماز کی پوری سہولتیں مہیا کرنیکی کوشش کی گئی۔ غرض اس کے حسن سلوک سے ہم سب بہت متاثر ہوئے۔ اب پاکستانی کسٹم والوں سے واسطہ پڑا۔ تمام ناشرین کے بستر کھلوائے گئے۔ سوٹ کیس کھولے گئے۔ تبرکات کے ٹکڑوں کو بھی ٹٹولا گیا۔ اسی میں بیچ گئے۔ خدا خدا کہ ان سے جان چھوٹی اور ہم ساڑھے گیارہ بجے رات کو بخیر و عافیت لاہور پہنچے۔ یہ پانچ دن کا مقدس سفر ختم ہوا۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے جانہ ہوگا کہ جن لوگوں

سیر صحافت

خلیفہ قادیانی مرزا محمود کی بھیرہ میں آمد کے کوآلف قارئین "شمس الاسلام" ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آج کی اشاعت میں اخبارات کی قابل قدر آرائیں پیش کی جاتی ہیں۔ کہ مغز اخبارات حزب الانصار کی کارگزاری کی مکمل تائید کرتے ہیں۔

(مدیر)

کیا یہ ہمارا جہ ہیں؟

پراپگنڈا کی آمدھی حق وانصاف کو جس و غاشاک کی طرح اڑاک بیجا ہے۔ بے چارہ حقدار و اویلا کرتا اور چلا تارہ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں پاکستان میں پراپگنڈے کے ماہرین کی کمی نہیں۔ مگر زائیموں نے شیطان کے کان کٹر ڈالے۔ یہ فرقہ باطلہ پراپگنڈے کے زور سے اپنی بھاری یوں غدار یوں اور بے ایمانیوں پر یوں پردہ ڈالنے میں کامیاب ہوا کہ رعایا کے علاوہ خود ہماری سرکار منہ نکلتی رہ گئی۔ پراپگنڈا کا ڈھنگ ملاحظہ فرمائیے کہ جب مجلس انوار نے مرزائیوں کی تبلیغ کے انداز اور طور طریقے خوب اچھی طرح بھانپ لئے اور یہ سمجھ لیا کہ مرزائیت کی تبلیغ سرکاری ملازمتوں اور بڑی عمدہ داریوں کے رعب اور اثر سے کیجاتی ہے تو مجلس نے اس رعب کا تار و پود بکھیرنا اور کھلم کھلا اس حقیقت کا اظہار کرنا شروع کیا۔ کہ مرزائی طاقت سرکاری عہدوں کا ناجائز استعمال کرتا ہے۔ اور اسی رعب کے ذریعے دنیاوی لالچ و دیگر مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈک ڈالتا ہے۔ ہر ٹیپے سے لکھے اور سمجھ دار مسلمان نے اس اعلان حق پر کان کھڑے کئے۔ گردو پیش کا مطالعہ کیا۔ انہیں انوار کی بات میں وزن اور سچائی معلوم دی۔ مرزائیوں کے پھیلائے ہوئے تبلیغی جال کی رسیاں آہستہ آہستہ ڈھیلی پڑنے لگیں۔ اس پر مرزائیوں نے ہماری حکومت کو یہ کہہ کر بہکانا شروع کیا کہ دیکھئے انوار سرکاری

مغز معاشرہ دعوت لاہور حزب الانصار

عنوان سے لکھتا ہے:

دوسرا واقعہ پچھلے ہفتہ بھیرہ میں ظہور پذیر ہوا۔ مجلس حزب الانصار بھیرہ نے میاں محمود احمد صاحب کو جس طرح ان کے گھر پہنچایا ہے۔ اس پر اکیبن مجلس کی خدمت میں ملت کی طرف سے ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جہاں بھی یہ فتنہ سرٹھائے وہیں اسے پرامن طور پر دلائل و براہین کی قوت سے کچل دیا جائے۔ اور جہاں بھی میاں محمود احمد اپنے آبا کی نبوت کا پرچار کرنے جاتے وہاں اس کے آبا کی خانہ ساز "نبوت" کو چیلنج کیا جائے۔

بھیرہ میں میاں محمود احمد اور ان کے آبا کی "نبوت" کا جس طرح کامیاب تعاقب کیا گیا میں چاہتا ہوں کہ جہاں بھی میاں صاحب جائیں وہیں اس طرح پرامن طریقے سے اس کا موثر تعاقب کیا جائے۔ اسلئے بھیرہ کی مفصل روئداد ہدیہ قارئین کو ام ہے۔

دس روزہ "دعوت لاہور" مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۵۷ء

مغز معاشرہ از لاہور کیا یہ ہمارا جہ ہیں؟ کے عنوان سے لکھتا ہے:

محمدہ داروں کے خلاف زہر اگل کر انہیں بدنام کرستے ہیں۔ اور ملک میں انتشار پھیلاتے ہیں۔

اس جھوٹ میں ہماری سرکار کو سچ کا جلوہ نظر آنے لگا۔ سرکار نے نہایت نیک نیتی سے احوار کو ڈانٹا۔ احوار نے ثبوت دیا کہ نہ شروع کئے تھے آخری حکو مت نے اس حقیقت کا کھلم کھلا اقرار تو نہیں کیا مگر چاروں گواہی دیتا ہے کہ سچائی اپنا اثر دکھاتے بغیر نہیں رہی۔ مرزا ثانی افسر جس تیزی اور سہہ خوئی سے تبلیغ مرزائیت میں مصروف تھے۔ اس رفتار میں کچھ کمی ضرور واقع ہوئی۔ احوار کے پرائیگنڈ سے مرزا ثانی حضرات کو کھلا گئے کہ مریت جلد سنبھل کر مرزائیوں سے کٹنا شروع کیا کہ احوار تشدد کا پرچار کرتے ہیں وہ مسلمانوں کو مشتعل کر کے مرزائیوں کو قتل کرنے کے چپے ہیں۔ اس غلط پرائیگنڈ سے مرزائیوں کا اصل منشا کیا تھا؟ یہ بات اب آپ آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ مرزا محمود نے تبلیغ مرزائیت کیلئے اس پروپیگنڈ سے کس قدر ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب سرکاری مرزا ثانی افسروں کا رعب کم ہوتا نظر آیا تو مرزا محمود صاحب نے دوسرے ڈھنگ سے پروپیگنڈ کا رخ بدل ڈالا۔ اب مرزا محمود کا پروگرام یہ ہے کہ وہ مرزا ثانی مبلغین اور عام مرزائیوں کے ذریعہ بڑی ترکیب اور خوبصورتی سے یہ پروپیگنڈ کرتے ہیں کہ اس پاکستان میں اگر کوئی ایماندار ہے تو وہ مرزا ثانی افسر ہیں۔ اگر کوئی قابل ہے تو وہ مرزا ثانی افسر ہیں۔ اگر پاکستان پر حکومت کرنیکا کسی کو حق ہے تو وہ مرزا ثانی ہیں۔ پاکستان کی بھلائی اسی میں ہے کہ یہاں مرزائیوں کو حکومت سونپ دی جائے۔

باہر پر پروپیگنڈ کیا جاتا ہے اور اندر خلیفہ محمود صاحب اپنے

خطبات اور درخیا کے ذریعہ اپنے باوا کے اس الہام کو دہراتے رہتے ہیں کہ ہم تیرا نام اور تیری تبلیغ دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیں گے۔ ایک طرف دماغ کو ابیل کجاتی ہے اور دوسری طرف دل اور عقیدے کو بھلایا اور پھسلا یا جاتا ہے۔ اس حقیقت نے اظہار کی یہ صورت

اختیار کی ہے کہ خلیفہ محمود جب دورہ پر نکلتے ہیں تو ان کے جلو میں مسلح کاریں ہوتی ہیں۔ آگے پیچھے رائفلیں، پستولیں، بندو قیر اور طبلین وغیرہ لے کر خلیفہ صاحب کی فوج ظفر موج مسلمانوں پر رعب ڈالتی پھرتی ہے۔ آج ہم اپنی حکومت سے بہ ادب درخواست کریں گے کہ وہ بھیرو کی مندرجہ ذیل مصدقہ رپورٹ کو غور سے مطالعہ فرمائے اور ہمیں بتائے کہ اس بے ملک کے نواب کو پاکستانی مسلمانوں کے دلوں پر اس غیر قانونی طریقے سے رعب بجانے کا حق کس قانون کی رو سے یہو چتا ہے۔ ہم نے تو اپنے صوبہ کے ہر دھڑ گورنر کو نہایت خاموشی سے حضرت شاہ محمد غوث رح کے فرار پر عام آدمیوں کی طرح آتے اور فاتحہ خوانی کرتے دیکھا ہے۔ ایسی بلند پایہ ہستی جس کی صوبہ کو سخت ضرورت ہو اور جسکی جان کی نگہداشت بہ نفع اشد ضروری ہے۔ وہ تو بغیر باڈی گارڈوں اور لشکر سپاہ کے بازاروں میں گھومے پھرتے۔ مگر شیطان کی گروہ کا یہ غیر معتبر سردار تنگی تلواروں کے سایہ میں جلوس نکالنے کی جرأت کرے۔

ہماری مصدقہ رپورٹ یہ ہے

”۲۶ نومبر کو تقریباً دس بجے مرزا محمود بذریعہ کاروائیوں کے سایہ میں بھیرو پہنچا۔ اسکی کار کے آگے پیچھے متعدد کاریں اور لاریاں تھیں پستولوں اور آفتلوں سے مسلح دستہ ساتھ تھا۔ مرزائیوں نے لاکھوں، برہنہ تلواروں اور آفتلوں کا مظاہرہ کیا۔ اور ہتھیاروں کے سایہ میں مرزا محمود کو اسکی قیام گاہ تک لے گئے۔ اس رپورٹ کو غور سے پڑھیے۔ اس پروپیگنڈ کو سامنے رکھیے جو احوار کے خلاف اشتعال انگیزی اور تشدد کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ پھر انصاف فرما کہ اس حیار گروہ نے کس طرح کھلے بندوں پاکستان میں من مانی کاروائیاں کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔

ہم اپنی حکومت سے مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ مرزا محمود کو اس قسم کی اشتعال انگیز اور خلاف قانون حرکات سے منع فرما کر

باد کو کاذب اور مفتری سمجھنے ہیں۔ اور یہ سیدہ جھنڈیاں ثبوت ہے ہماری بیزارى کا۔

اس کے بعد یہ بھی درست ہے کہ جلسہ عام ہوا۔ اور غیرت مند مسلمانوں کا جم غفیر جلسہ گاہ میں جمع ہو گیا۔ یہ اجتماع بہت ہی مبارک اجتماع تھا۔ اسے ہنگامہ آرائی کے نام سے منسوب کرنا مذہبی جذبات کو مجروح کرنا نہیں تو اور کیسا ہے؟ آخر وہ کونسی بات ہوئی جو قابل اعتراض ٹھہرائی جا رہی ہے۔ مولانا لال حسین اختر نے تقریر کی اور مرزا ایت کی دمبیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ یہ بھی درست ہے۔ مدیر ”الفضل“ ہمیں بتائیں کہ وہ کیا چاہتے تھے۔ کیا ان کی منشا یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی مرزا محمود جائیں مسلمان آنکھیں بچھا دیں کہ غلام احمد کا بیٹا آ رہا ہے۔ مکانات و کانات اور بازاروں کو سجائیں کہ والٹ بے ملک تشریف لاسے ہیں۔ ان کی اور ان کے بارادری قصیدے خوانی کریں؟ آخر مرزائیوں کا وہ کونسا مطالبہ ہے اور کیا فرض ہے جسے مسلمان ادا کرنے پر مجبور ہیں؟ غوغا آرائی اور حکام اعلیٰ کو بلا وجہ اماں بشتا پ کہہ کر گمراہ کرنے کی ناکام کوشش ”الفضل“ کے ذریعہ کب تک جاری رہے گی؟

ہم آج پھر اپنے مطالبہ کو دہراتے ہیں کہ بھیرہ میں مرزا محمود کی آمد پر اس قسم کا اشتعال انگیز مظاہرہ مرزائیوں نے کس لئے کیا؟ لاشعیاں، ننگی تلواریں، رائفلیں، بندوقیں، پتول اور بمیں دکھا دکھا کر مسلمانوں کو محروم یا مشتعل کر تکی حرکات کس قانون کی رو سے جائز ہیں۔ مسلمانوں کو مرزائیوں کی اس نازیبا اور قانون شکن حرکت پر سخت اعتراض ہے۔ ہم آج پھر احتجاج کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مرزا محمود کو ان طفلانہ غیر شرعیانہ اور خلاف قانون حرکات سے منع کرے اور صاف صاف الفاظ میں بتا دے کہ یہ پاکستان کا مسلمانوں کا ملک ہے۔ مرزا محمود کے باقائے حیات نہیں

”آزاد“ لاہور۔ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء

کفر کے دھاکے پر بند باندھنے کی کوشش کرے۔ ورنہ ہمیں احتمال ہے کہ مرزائیوں کی ان حرکات سے اگر سادہ مزاج مسلمان محروم ہوگا تو ایسے مسلمانوں کی کمی نہیں جو غیرت ایمانی سے مشتعل ہو جائیں اور ان مزاج صاحب کو ان کی اصل حقیقت سے خبردار کر دیں۔

”آزاد“ لاہور مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء

دوسری اشاعت میں ”الفضل“ روزنامہ کے جواب میں تحریر کرتا ہے:

کیا یہ ہنگامہ آرائی تھی؟

گذشتہ اشاعت میں ہم مرزائیوں کی خلاف قانون حرکات اور اشتعال انگیزوں کی خلاف اظہار خیال کر چکے ہیں۔ پھر اس احتجاج پر ”الفضل“ کے مدیر کو جواب کی توفیق نہیں ہوئی البتہ عادت کے مطابق اصل موضوع سے گریز کرتے ہوئے بھیرہ کی اس رپورٹ پر تبصرہ فرمایا ہے۔ جس میں مرزا محمود کی آمد اور مسلمانوں کے عام اجتماع اور مولانا لال حسین اختر کی تقریر کا حوالہ دیا تھا۔ اس رپورٹ میں سے جو آواز کے گذشتہ اشاعت میں شائع ہوئی تھی وہ حصہ حذف کر دیا گیا جو مرزائیوں کی اشتعال انگیزوں پر مشتمل تھا۔ مدیر ”الفضل“ نے ہنگامہ آرائی کا کھلا اعتراف کے عنوان سے جو ادارہ سپرد قلم کیا ہے اسے ہم نے بار بار مطالبہ کیا اور یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کے ذمہ مرزائیوں کے نقیب خصوصی نے الزام کیا لگایا ہے؟ اور ہنگامہ آرائی کیا ہے جس پر مرزائیوں کو اعتراض ہے؟ یہی نہ کہ مرزا محمود کی آمد پر غیرت مند مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہوا کہ ختم المرسلین کے تاج و تخت ختم نبوت پر حملہ کر نیوے کذاب اور دجال کا بیٹا مسلمانوں کے حقوق پر ننگ پاشی کے لئے بھیرہ آیا ہے۔ اور کہ مسلمانوں نے اپنا ایمان بچانے اور اللہ کے عذاب اور عہدہ سے پناہ میں نہ ہونے کیلئے ختم المرسلین سے والہانہ عقیدت کا اس طرح اعلان کیا کہ جھوٹے مفتری اور کذاب نبی کے بیٹے کی آمد پر سیدہ جھنڈیاں لگا دیں۔ کہ تیرے ایسے بے ایمان اور دشمن اسلام سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ ہم تیرے

بَابُ التَّقْرِیظِ

(اسلام اور اشتراکیت) مؤلفہ پیرزادہ ابوالفضیا محمد باوا الحق قاسمی امرتسری۔ ملنے کا پتہ: بر ادارہ قاسمیہ وزیر آباد۔ ضلع گوجرانوالہ۔ پنجاب (پاکستان) قیمت مع محصول ڈاک دس آنہ ۱۰/-

اس مختصر رسالہ میں اسلام اور اشتراکیت کے متعلق عام فہم، سلیس، مختصر اور تحقیقی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ مضامین کے عنوانات کی فہرست یہ ہے: تحریک اشتراکیت کی مختصر تاریخ، مزدک کے بعد، روس کی موجودہ اشتراکیت اور اس کی مختصر سرگزشت، اشتراکیوں کا گرو گھنٹال، روسی اشتراکیت کا پس منظر، مذہب و مثنیٰ بطور اصل الاصول، لینن کی خرافات، دوسرے اشتراکیوں کا بحث باطن، مذہب ناقابل برداشت، مذہب کے خلاف جنگ، اخلاق کے متعلق کمیونسٹوں کا نظریہ، بادہ نوشی و زنا کاری کا جواز عام، روس میں استبداد کی انتہا، مزدور کی حالت زار، روسی مساوات کی حقیقت، سود خوری اور دیگر سرمایہ دارانہ خصائص، اشتراکیت زدہ مسلمان، اشتراکیت زدہ مسلمانوں کی غلط فہمیاں، شخصی ملکیت کا مسئلہ، شخصی ملکیت سے کیا مراد ہے، شخصی ملکیت اور اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، شخصی وراثت شخصی ملکیت کی دلیل ہے، فرضی اور فحشی انفساق مال، کیا اسلام دولت مندی کا سرے سے مخالف ہے؟ مال اور مالداروں کی مذمت اور اس کا سبب، مال کا جمع کرنا مطلقاً حرام نہیں، اسلام کی

راہ اعتدال، فقر و غربت کے دو پہلو، افلاس کا تاریک پہلو، اسلام میں غریبوں اور دو قندلوں کی مشترکہ تنظیم، کیا پیغمبروں کی دعوت دولت مندوں کے لئے نہیں تھی؟ مسئلہ وراثت انبیاء علیہم السلام، انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری نہ ہونے کی حکمت، عام مسلمانوں کے لئے حضور کا حکیمانہ ارشاد، بیت المال کے قیام کی غرض و غایت کیا ہے، شخصی املاک میں تصرف اور اسلامی حکومت کے اختیارات، اسلامی نظام حکومت اور غلیفہ کی حیثیت، مزید وضاحت، انفرادی اور اجتماعی حقوق کا تحفظ، معیشت کے مختلف مراح، و مراتب، اسلام اور اشتراکیت میں مکمل تضاد ہے، موجودہ مغربی طرز کا نظام بھی غیر فطری اور ظالمانہ ہے، مندرجہ بالا عنوانات کے تحت مختصر طور سے ایسی بحث کی گئی ہے

جس کے پڑھنے کے بعد امید ہے کہ بہت ایسے اشتراکیت زدہ نوجوان غلط فہمیوں پر جانیں گے جو حقیقتہً اپنی ناواقفیت اور سادہ مزاجی سے سمجھ رہے ہیں کہ اشتراکیت اور اسلام میں کچھ تضاد و تخالف نہیں، اس لئے نوجوانوں کی خدمت میں ہم خاص طور سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس رسالہ کو ضرور پڑھیں، اور اس کو زیادہ سے زیادہ اپنے حلقہ اثر میں پھیلائیں تاکہ وہ اقتصادی مسائل کے متعلق اسلام کی بنیادی چیزیں خوب اچھی طرح سے سمجھیں، اور پھر اشتراکیوں کے دھوکہ خرباب سے محفوظ رہیں

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اسلام

(مولانا سید نذیر الحق صاحب میرٹھی)

مسلمانوں کی مذہبی کمزوری، اخلاقی فساد و بگاڑ، سیاسی زوال، اقتصادی بد حالی، معاشرتی ذلت و رسوائی اور دین سے برکشتگی کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے، مسلمان کہتے، اسلام پر مٹنے کا دعویٰ کرتے اور مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کی حقیقت سے بیخبر، ایمان و عمل صالح اور اسلامی زندگی سے محروم اور دین کے مقننات و لوازم سے نا آشنا ہیں۔

انہیں سرے سے اسی چیز کا پورا پورا اور صحیح علم و ادراک نہیں کہ اسلام مذہب ہے یا دین؟ مذہب کسے کہتے ہیں؟ دین سے کیا مراد ہے؟ دین و مذہب کا بنیادی فرق کیا ہے؟ اسلام کی اصل دعوت، اس کا طریق کار، اس کے مقاصد و کلیات، اس کا اساسی فلسفہ اور ادیان باطلہ پر اسکو فی الحقیقت کیا فوقیت و برتری حاصل ہے؟ اور اس کا انقلابی پروگرام کیا ہے؟ کفر و شرک اور بدعت کی حقیقت کیا ہے؟ ان تینوں ضلالتوں اور گمراہیوں سے انسانی معاشرے میں کیا کیا مظالم و فساد پیدا ہوتے اور کس طرح تباہی و بربادی کو دعوت دیتے ہیں۔ انسانی شرف و انوار کو کیونکر خاک میں ملاتے اور اہ حق میں کون کون صورتوں اور لباسوں میں مزاحم و متصادم ہوتے ہیں۔ اور کفر و شرک اور بدعت و معصیت نے کس جہہ گیری اور شدت و قوت کے ساتھ عالم انسانی کو اپنے آئینی پیچھے میں پھنسا رکھا ہے۔

علماء حق اور مصلحین و مجددین امت نے ہر زمانہ

اور ہر ماحول میں امت مسلمہ کو اسلام کی صراط مستقیم پر لانا، دین کے مقاصد و کلیات سے واقف و آگاہ کرنا، کفر و شرک اور بدعت و معصیت کو مٹانا، حق و صداقت کو قائم کرنا اور مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں فائز المرام و شاد کام کرنا چاہا۔ لیکن علماء سوء پر ان ریاکار اور مسلمان بادشاہوں نے انکی پیش نہ جانے دی۔ اور مسلمانوں کو دین و دنیا دونوں سے بیخبر رکھ کر مذہب و سیاست پر اپنی قیادت و رہنمائی اور اجارہ داری قائم رکھا۔

مسلمانوں کی انتہائی بدبختی و بد محرومی یہ ہوئی کہ وہ صحیح اسلامی قیادتوں اور مصلحین و مجددین کے فیض سے محروم اور علمائے حق سے بیزار و متنفر رہے۔ ان کے بدلے ترکوں اور مغلوں کی غیر اسلامی حکومت، ہندوستان اسلام اور تصوف و دیانت سے مرکب مذہب ہر دور میں مسلمانوں کے دماغوں پر مستولی رہا۔ ہمیشہ کفر و شرک اور بدعت و معصیت کی اندھیاریں میں بھٹکتے رہے۔ دین حنیف کی سچائیاں ان کے دل و دماغ میں پیوست نہ ہو سکیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی رنگ نہ درج رکھا۔ دین کی اصلی تعلیمات یہاں اپنے سادہ اور اصلی رنگ میں کبھی جلوہ گر نہ ہو سکیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے جو زبان، تہذیب، لباس، رسوم اور عقائد اختیار کئے وہ سب ہندوستان تہذیب کا چربہ تھے۔ ہندوستان عقیدوں اور دنیا کی دروازہ کار و مویشاکیوں سے معجون مرکب مذہب عوام و خواص علماء اور صوفیوں کے دل و دماغ پر کچھ اس طرح چھا گیا کہ حضرت مجدد سر زمین سے بیکرا جنک کی مسلسل اصلاحی کوششوں کے

اور چند رسوم ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں میں جتنی بھی تحریکیں، دعوتیں اور فرقے پیدا ہوئے ان سب کی بنیاد اسی تصور پر تھی کہ اسلام ایک مذہب ہے۔ ان کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ہندو مت اور عیسائیت وغیرہ مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی حقانیت اور فوقیت و برتری ثابت کیجائے۔ جس نے بھی اسلام کی

حفاظت و اشاعت اور حقانیت و برتری کا دعویٰ کیا اور اس کے پردہ میں اپنے مخصوص گمراہ کن عقائد و اعمال پھیلا چاہے مسلمان اسی کے پیچھے لگ گئے۔ شخصیت پرستی کا دور دورہ ہو گیا۔ ایک ملت اسلامیہ کے اندر مخصوص خود ساختہ عقائد و مخصوص شخصیتوں کی بنا پر جھوٹی چھوٹی سینکڑوں متبیین پیدا ہو گئیں۔ ہر ملت کا کلمہ جامعہ الگ ہو گیا۔ ہر بے راہ روی، ہر گمراہی اور گناہ کو ثواب، قومی خدمت اور اسلامی حفاظت قرار دیدیا گیا۔ ہر جہالت و حماقت کو علم و بصیرت اور دین و دانش سمجھ لیا گیا۔ کاروان انسانیت کے رہزن بھی رہبروں میں آکر مل گئے۔ ہر غول میا بانی نے وہی جامہ پہن لیا تو حاضر راہ کے لئے خاص تھا۔

انجمن سانی کی وبا | اس حالت میں انگریز ہندوستان میں آیا۔ قوم کا پڑھا لکھا اور

نوجوان طبقہ مغربی تہذیب پر مرثا۔ جو نظام تمدن و سیاست مسلمانوں کے لئے زہرِ لاپرواہ تھا اس کو آبِ حیات سمجھ لیا گیا۔ تہذیبِ فرنگ کی ظاہری چمک و دمک اور شہرت و مقبولیت کی بنیاد مذہب و اخلاق سے بیزاری، اہوا پرستی، بیچاری، صنفی آوارگی اور انفرادی آزادی پر قائم تھی۔ اس لئے نوجوان بے اختیار اس کی طرف پکے۔ شہوات کے شیطان نے ان سے انکو ابھارا اور وہ سرعت کے ساتھ لحدِ تہذیب کے اصولوں کو قبول کرتے چلے گئے۔ یہاں کا ماحول شہوت پرستانہ بن گیا۔ مغرب زدہ مردوں اور عورتوں پر فیشن پرستی اور شہوات کا بھو

بدمعنی مسلمانوں کا دل و دماغ اسلامی دل و دماغ نہیں بنا۔ شرک و بدعت کا صدیوں کا بیٹھا ہوا زنگ دور نہیں ہوا۔ اور اسلام کی روشن تعلیمات اجاگر نہیں ہوئیں۔

دین سے بیخبری اور ہدایت الہی و محرومی کے نتائج

حقیقی اسلام سے بیخبری و محرومی کا نتیجہ یہ ہوا کہ حق و صداقت، ایمان و اخلاق اور علم و بصیرت کی جگہ مسلمانوں میں دروغ و باطل، گمراہی و بہالت و حماقت اور ظلم و فساد کو فروغ ہوا۔ اختلاف عقائد کا طوفان آیا۔ بحثوں اور مناظروں کی آندھیاں چلیں، فرقہ بندی اور نفاق و شقاق کا بازار گرم ہوا۔ اہوا پرستوں کی دکانیں لگیں، شرک و بدعت کو پینپے اور پھلنے پھولنے کا موقع ملا، اخلاق و اعمال بگڑے۔ دین حق کی ایک ایک حقیقت پر تاویلات باطلہ کے موٹے موٹے پردے پڑے۔ دل و دماغ ماؤف ہوئے۔ ذہنی صلاحیتوں اور علمی قوتوں کا قتل عام ہوا۔ خدا و رسول اور علمائے حق کی جگہ افترق و فساد انگیزی کر نیوالے باطل پرستوں کی بیروسی کی جانے لگی۔ ان کے جھوٹے دعووں اور غروں کو قرآن و حدیث اور اسلام کی آواز سمجھا جانے لگا۔ جاہل اور پٹھے لکھے پاگل ہو کر سراب کے پیچھے بھاگنے لگے۔ حق و باطل میں تمیز ہی نہ رہی۔ کفر و اسلام کی حقیقت نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ مقدس دین اسلام دیگر مذاہب کی طرح ایک ذہنی آرائش اور روحانی تسکین کا سامان، انفرادی جینر اور زندگی کا غمیمہ بن گیا۔ اور مسلمانوں میں ہر قسم کی مذہبی و سیاسی گمراہیاں قبول کرنے کا مادہ بدرجہ اتم پیدا ہو گیا۔

اسلام کا تصور عوام تو ہے ایک طرف۔ علماء و صوفیاء اور لیڈروں کے ذہن میں صرف اتنا رہ گیا کہ اسلام ایک مذہب کا نام ہے اور مذہب سے مراد چند عقیدے، چند عبادتیں

ہیں سے گنگا جمنی تحریکوں، انجمنوں، جماعتوں، مجلسوں اور اداوں، سوسائٹیوں، کانفرنسوں، جلسوں، نفریوں اور تقریروں کی ابتدا ہوئی۔ نزاع و تضاد کا طوفان برپا ہوا۔ ذہین و طبائع اہل علم کو لیڈری کا چسکا لگا۔ حب جہاد نے سیاسی و مذہبی رہنماؤں کو دیوانہ بنا دیا۔ اور پوری قوم کے اہل علم کی ذہنی و عملی قوتیں انتشار و تفریق کے لئے وقف ہو کر رہ گئیں۔ تعمیر و اصلاح اور تعلیم و تربیت کا کہیں نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

عبادت و گناہ کا غیر اسلامی تصور

مذکورہ بالا انجمن سازی، پروگرام بازی اور پروگرام آرائی اس بات کا روشن ثبوت تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے اسلام کی دعوت اور اس کے طریق کار کو نہیں سمجھا۔ انہوں نے اپنے طرز عمل سے اس امر کا ثبوت ہم پر پیش کیا کہ مسلمانوں کے پاس زندگی کا کوئی مستقل ضابطہ نہیں۔ وہ اپنا کوئی نصب العین نہیں رکھتے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ کہ مسلمان وہ ہے جو زندگی کے ہر معاملہ ہر مرحلہ، ہر پہلو اور ہر حالت میں خدا کے حکم پر سر تسلیم خم کر دے۔ جس کے لئے وحی الہی نے ایک لائحہ عمل اور ایک منزل متعین کر دی ہے۔ اور وہ لائحہ عمل ”عبادت“ اور منزل مقصود ”نباہت الہیہ“ یا ”خلافت الہیہ“ ہے۔

انجمن سازی اور پروگرام بازی کے عاشق یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف اتنا نہیں کہ نماز پڑھ لی جائے، روزے رکھ لئے جائیں، دل پر حیر کر کے زکوٰۃ نکال دی جائے، گناہوں سے پاک و صاف ہو جانے کے لئے حج کر لیا جائے، اوراد و وظائف، ذکر و شغل، سجادہ و مراقبہ اور درس و تدریس کے لئے وقت نکال لیا جائے۔

سوار ہو گیا۔ اور اس کو سیاسی و تمدنی ترقی کا نام دیا گیا۔ کہا گیا اسلام بھی تو تمدنی ترقی چاہتا ہے۔ اس لئے اسے قبول کرنا اور فروغ دینا خدمت قوم قرار دیا گیا۔

ترقی ترقی، عمل عمل اور خدمت خدمت پکارنیوالوں زمانہ اور نفس کے پچاریوں کی بدولت مسلمان اسلامی تہذیب اسلامی سیاست، اسلامی معیشت، اسلامی معاشرت اور اسلامی تمدن سے بالکل نا آشنا ہو گئے۔ جن کو اسلام کی ان چیزوں سے تصویری بہت واقفیت تھی وہ مغربی تہذیب مسیحی و مروج ہو کر اپنی تہذیب بیزار ہو گئے۔ نتیجہ یہ کہ جہاں یورپ نے ہلکے ٹکوں اور جسموں کو فتح کیا۔ وہاں ہمارے ذہن بھی مغلوب و مغلوب ہو گئے۔ ہمارے دل و دماغ پر بھی دشمنوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور مغربی افکار و اعمال ہمارے دماغوں پر مستولی ہوتے چلے گئے۔ اب جو بھی اچھا ٹی یا برائی مغرب سے سر اٹھاتی نظر آئی۔ اسکے رواج و فروغ کے لئے ہمارے قائد اہل قلم، شعراء، صحیفہ نگار، تاجر اور سرمایہ دار میدان تیار کر کے میں لگ گئے۔ محمدانہ اصولوں اور مغربی افکار کو قرآنی آیات سے ثابت کرنے کے لئے بڑے بڑے ادیب اور بڑے بڑے مقررانہ کھڑے ہوئے۔ ارباب دین و دانش، صاحبان صدق و صفا اور علمائے حق نے مغربی تہذیب و سیاست پر مرٹنے سے مسلمانوں کو بہتیار روکا مگر ان کی کچھ پیش نہ گئی۔

اس ملعون مغربی تہذیب و سیاست کی لہنتوں میں ایک لہنت، انجمن سازی اور پروگرام بازی مسلمانوں کے گلے کا ہار ہو گئی۔ اس کا فروغ اس امر پر منحصر تھا کہ اکابرین قوم مبصرین ملت اور رہنمایان کرام زندگی کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے حیات اجتماعی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ چنانچہ مذہب سیاست، اخلاق، اقتصاد اور معیشت کے دائرے الگ الگ الگ الگ گئے۔ اور مذہب و سیاست کی راہیں الگ الگ ہو گئیں۔

اکھاڑ پھینکا۔ مسلمانوں کو انکے نصب العین، اصول حیات اور انداز فکر سے نا آشنا کر دیا۔ اور وہ خدا فراموشی، وغود فراموشی کا شکار ہو کر رہ گئے۔

فتنہ مرزائیت کا ظہور | ایسی حالت میں جبکہ مسلمان اپنے نصب العین، اپنے

اصول حیات، اپنے انداز فکر اور اپنے منصب سے نا آشنا ہو چکے تھے، تو حید و رسالت کی حقیقت کو گم کر چکے تھے اور ایمان و عمل صالح کی روح سے محروم ہو چکے تھے۔ اپنے مستقبل سے مایوس تھے، دشمنوں نے انکی ذہنی صلاحیتوں اور عملی قوتوں کو کچل کر ان کو اپنی وفاداری، خوشامد چا پلوسی، غلامی و نقالی، بزدلی و کاپلی اور بجاہ طلبی و عافیت پسندی پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر ابھی حلقوں میں خال خال ایسے ایسے حق پرست مصلحین و مجاہدین پائے جاتے تھے جو مسلمانوں کو رجوع الی الاسلام کی دعوت دے پہلے جا رہے تھے۔ اسلام کے حقیقی تصورات و تعلیمات کو اجاگر کر رہے تھے۔ احیاء اسلام کے خواب دیکھ رہے تھے۔ دشمنوں کی سازشوں، ریشہ دوانیوں، چالوں اور تدبیروں کو اچھی طرح بھانپ رہے تھے۔ مسلمانوں کو غلامی سے نفرت دلا کر ان کے سینوں میں آزادی کے عشق کی آگ لگا رہے تھے۔ اور قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا علم بلند کئے ہوئے تھے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقی روح سے مسلمانوں سے واقف و آگاہ کر رہے تھے۔

اُدھر مسلمانوں کا پُرانا دشمن انگریز ان کی سیاسی بیداری سے خائف تھا۔ اور چاہتا تھا کہ مسلمان بدستور خواب غفلت میں پڑے سوتے رہیں۔ اگر پورش میں آئیں تو باہمی نفاق و شقاق، نزاع و تصادم، بحث و مناظرہ اور تکفیر و تفسیل میں لگے رہیں۔ ٹھیک ایسی حالت میں فتنہ مرزائیت کا ظہور ہوا۔ تاکہ انگریز کا منشا پورا ہو۔ ساری دنیا کے مسلمان انگریزی تسلط

اس کے بعد ایسے عابد و زاہد اپنی عملی زندگی میں ابن الوقت موقف طلب اور ہرجائی بن جائیں۔ اور تمدن و سیاست میں اونٹ بنے ہمارے ہو جائیں۔ عبادت کے اس ناقص تصور نے مسلمانوں کو آوارہ اور اسلامی احکام کی پابندی سے آزاد کر دیا۔ حالانکہ اسلام اجتماعی زندگی کا پورا دستور پیش کرتا ہے۔ اس میں جذبات و احساسات اور عقائد بھی شامل ہیں۔ اور سیاسی و تمدنی احکام و اعمال بھی۔ زندگی کے تمام شعبوں اور کاروباریات پر دائرہ عبادت محیط ہے۔

علمائے قرون مابین نے عبادت کے اس تصور اور ہمہ گیری کو باقی نہیں رکھا۔ صرف رکوع و سجود، درود و تلاوت چند جسمانی حرکات اور زبان سے مخصوص الفاظ کی تکرار و اعادہ تک عبادت کو مقصور و محدود کر دیا۔ یہیں سے حقوق اللہ، حقوق العباد، دین اور دنیا اور نیکو کاری و دنیا داری کی غیر اسلامی تفریق پیدا ہوئی۔ اور اسی سبب گناہ کا تصور بھی غلط ہو گیا۔

درمانی ایک عبادت کا مفہوم ایسا نہیں تھا۔ عبادت یہ ہے کہ نیابت الہیہ، قیام حق و عدل اور حفاظت امن و صلح کے لئے جو خیال یا جو عمل یا جو حرکت بھی مفید ہوئے اسے اختیار کر لیا جائے۔ اور جو مضر ہوئے چھوڑ دیا جائے۔ یعنی ادا و امر پر عمل اور فحاشی سے اجتناب کا نام عبادت ہے۔ اس کے برعکس صورت کا نام گناہ ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ زندگی کے ہر عمل کو وحی الہی کے مطابق رکھنا عبادت ہے اور خدا و رسول کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنا عداوان یا گناہ ہے۔ خدا فی احکام کی اطاعت اور حدود اللہ کی پابندی جس شعبے میں بھی کی جائے عبادت ہے۔ اور جس شعبے میں غیر اللہ کی اطاعت کی جائے وہ عداوان ہے۔ ظلم ہے اور گناہ ہے۔

گروائے برہان ماکہ دیدار منتی فلسفہ اور مغربی افکار کی پودش نے اسلام کے اساسی و بنیادی تصورات کو بیخ و بن

کریں۔ اور اسکی اطاعت کی فرضیت کو لوگوں کے دلوں میں
جھادیں۔

قادیانی مذہب - درخواست محصور نواب
لفٹنٹ گورنر بہار دام اقبالہ - منجانب گکار
مرزا غلام احمد از قادیان موضع ۲۴ فروری ۱۸۹۶ء
مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم ۱۱۰۹ - مؤلفہ
میر قاسم علی صاحب قادیانی

میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا غیر
خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک
وفادار اور غیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی
اور جن کا ذکر مسٹر گرین صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں
ہے۔ اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار
انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے ہم پہونچا کر
عین زمانہ غلہ کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔

قادیانی مذہب - کتاب البریہ اشتہار موضع
۲۰ ستمبر ۱۸۹۶ء ۳۰ مصنفہ مرزا غلام احمد

پھر جب میرا باپ وفات پا گیا تب ان خصلتوں میں اس کا
قائم مقام میرا بھائی ہوا۔ جس کا نام مرزا غلام قادر تھا۔ اور سرکار
انگریزی کی عنایات ایسی ہی اس کے شامل حال ہو گئیں جیسی
میرے باپ کے شامل حال تھیں۔ اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے
والد کے فوت ہو گیا۔ پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں انکے
نقش قدم پر چلا۔ اور انکی سیرتوں کی پیروی کی۔

سو میں اسکی مدد کے لئے اپنے قلم اور ہاتھ سے اٹھا اور
خدا میری مدد پر تھا۔ اور میں نے اسی زمانہ سے خدا تعالیٰ سے
یہ حمد کیا کہ کوئی مفسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہیں کروں گا
جو اس میں احسانات قیصرہ زندہ کا ذکر نہ ہو۔ نیز اس کے ان تمام
احسانوں کا ذکر ہو جن کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے۔

واقترار کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔ مذہبی بیداری، سیاسی
تنظیم اور احیاء اسلام کی تمام تحریکیں مٹ جائیں اور جہاد کو
منسوخ کر دیا جائے۔

مرزا صاحب کی خاندانی خدمت
مسلمانوں پر مذہبی
اور سیاسی موت

طاری کر دینے اور انکو ہمیشہ کے لئے انگریزوں کے قدموں میں
ڈال دینے کا کام وہی شخص سرانجام دیکتا تھا جو آزادی کا
دشمن، غلامی کا عاشق، خوشامد و چا پلوسی کا پیکر اور خاندانی
وفادار اور غلام ابن غلام ہوتا۔ سو انگریز کی خوش قسمتی
اور مسلمانوں کی بدقسمتی کہ اس کو ایسا شخص میسر آ گیا جسکو
انگریز کی غلامی و وفاداری پر فخر و ناز تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب
بڑے طعنا و قہر سے لکھتے ہیں:-

”میرے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں
ایسے خاندان میں سے ہوں جسکی نسبت گورنمنٹ نے ایک
مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر
سرکار دولت مدار انگریزی کا غیر خواہ ہے۔“

ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب اور
خاندان ابتداء سے سرکار انگریزی کے بہر دل و جان ہوا خواہ
اور وفا دار ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے محرز افسروں
مان لیا کہ یہ خاندان کمال درجہ پر غیر خواہ سرکار انگریزی ہے۔
..... ہمارے پاس تو الفاظ نہیں جن کے
ذریعہ سے ہم اس آرام و راحت کا ذکر کر سکیں جو اس گورنمنٹ
سے ہم کو حاصل ہوئی۔ ہماری تو یہی دعا ہے کہ خدا اس
گورنمنٹ محسنہ کو جزائے خیر دے۔ اور اس سے نیکی کرے۔

جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی۔ یہی وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا
بھائی اور خود میں بھی روح کے جوش سے اس بات میں مصروف
ہے کہ اس گورنمنٹ کے فوائد و احسانات کو لوگوں پر ظاہر

نور الحق حصہ اول صفحہ ۲۸ منصفہ مرزا غلام احمد
صاحب قادیانی

مرزا صاحب کے اس قسم کے فخریہ اعلانات اور اقرار و اعتراف سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا خاندان اور خود مرزا صاحب سرکار انگریزی کے تخلص موہن دلی غیر خواہ اور بے وفادار تھے۔ سرکار انگریزی کو ان پر اعتبار و اعتماد تھا اور انکو سرکار انگریزی پر۔ سرکار انگریزی کی مدد اور وفاداری میں مرزا صاحب اور ان کا خاندان تمام ہندوستان میں اپنی نظیر آپ تھا۔ اس شرف و اعزاز میں کوئی خاندان اور کوئی فرد ان کا شریک و ہم پلہ نہیں۔

ایک نہایت ضروری نکتہ | یہاں اس چیز کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ کفار

و مشرکین سے نیک کاموں میں یا اسلام اور مسلمانوں کی نفع رسانی وغیر خواہی کی بنیاد پر حدود اللہ کے اندر اشتراک و تعاون کرنا حسن معاملت اور اخلاق سے پیش آنا ایک دینی خدمت اور کار اہم ہے۔ اور یہ بالکل جدا گانہ چیز ہے۔ اور کفار و مشرکین سے اسلامی اصول و احکام سے آزاد ہو کر انکی دوستی کا دم بھرنے، انکی خوشامد و چالپوسی کو زندگی کی معراج اور حصول عز و جاہ کا ذریعہ سمجھنا ان کے احسانات کے گن گانا، انکی غیر خواہی و وفاداری پر فخر کرنا اور انکی اطاعت کو فرض و واجب جاننا یہ امر دیگر ہے۔ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے اسلامی اصول و احکام کی روشنی اسلام کی بہتری و برتری اور مسلمانوں کی آزادی وغیر خواہی کے لئے سرکار انگریزی کی غیر خواہی و وفاداری کو واجب نہیں سمجھا بلکہ صرف اس لئے کہ سرکار انگریزی کی عنایات ان کے شامل حال رہیں۔ اس کو اعلیٰ الامر کا درجہ دیا۔ اور انگریز کی خوشنودی کے لئے کتابیں لکھ لکھ کر پچاس الماریاں بھریں۔ جیسا کہ انکی تحریروں سے روشن و مبرہن ہے۔

آئیے اب مرزا صاحب کی سرکار انگریزی کی وفاداری، خدمت و اطاعت اور پچاس الماریوں کو نصوص وحی کی روشنی میں دیکھیں، پرکھیں اور جائزہ لیں۔ کہ آپ قرآن حکیم کی رو سے کیا ثابت ہوتے ہیں۔ آپ اسلام کی خدمت اسکی حفاظت و اشاعت کی۔ یا اسکی جھجکئی پر تمام عمر کمر بستہ ہے اور اسکو فخریہ بیان کرتے ہیں۔

کفار و مشرکین کی دوستی اور قرآن بین

راہ حق میں پیار پڑ سائل ہیں۔ کفر، شرک، بدعت اور معصیت۔ جہنک ایک مستقیم نظر، حقیقت بین اور حق بین انسان ان پیاروں گراہمیوں اور فضالتوں سے واقف و آگاہ ہو کر ان سے اپنی زندگی کو پاک نہ کرے اور کفار، مشرکین، مبتدعین اور فاسقین سے بیزاری و علیحدگی اختیار نہ کرے اس کا ایمان و اسلام متحقق نہ کمن نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام، مصلحین و مجددین اور علمائے حق نے ان براہیم فضالت و شقاوت کو مٹانے کی کوشش کی۔ اور کفار و مشرکین اور مبتدعین و فاسقین سے اجتناب و بیزاری کی تعلیم دی۔ ۱۰ سئلے کہ یہی بنی نوع انسان کی سچی عہد و غیر خواہی ہے۔ اور انہی براہیم فضالت کی جھجکئی سے انسان کا بول بالا اور مظالم و مفاسد کا مٹہ کالا ہوتا ہے۔

کفر و شرک اور بدعت و معصیت سے اللہ اور اللہ کے رسول کا کچھ نہیں بگاڑتا بلکہ اس سے انسانی اخلاق و اعمال میں گراہی و ابتری پھیلتی، سیاست و تمدن میں فساد و بگاڑ پیدا ہوتا۔ اور انسانیت تباہ و برباد ہوتی ہے۔ اس لئے ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام نے انکو مٹانا چاہا۔ اور علمائے حق میں سے جس نے جتنی سرگرمی مستعدی، بیباکی اور حکمت و دانائی سے انکو مٹانے پر اپنی کوششیں صرف کیں۔ اسی

وہ منصب امامت پر فائز ہوں۔ لہذا مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کفار و مشرکین اجتماعی حیثیت سے کبھی بھی ان کے ہمدرد و خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے کبھی راضی نہ ہونگے

جب حقیقت یہ ہے کہ کفار و مشرکین کبھی مسلمانوں کے ہمدرد و خیر خواہ نہیں ہو سکتے تو ان کی رضامندی و خوشنودی اور خوشامد و چاہلوسی کرنا بہت بڑی دغاوت و بیوقوفی اور بزدلی و کم ظرفی ہے۔

وَلَنْ تَرْضَى عَنْهُ الْيَهُودُ
وَلَا النَّصَارَى حَتَّى
تَبْلُغَ مِلَّتُكُمْ طَقُلْ إِنَّ
هَذِهِ الدِّينُ هُوَ الْهَدَى
وَلَكِنْ أَتَّبَعْتُ أَهْوَاءَهُمْ
بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ
مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَ
لَا نَصِيرٍ

اور ہرگز راضی نہ ہونگے آپ
یہود و نصاریٰ یہاں تک کہ پہنچے
(نہ) کریں آپ ان کے دین کی۔
کہہ دیجئے کہ ہدایت تو بس اللہ ہی
کی ہدایت ہے۔ اور اگر آپ علم (وحی)
آنے کے بعد انکی خواہشوں کی پیروی
کریں گے تو نہیں ہوگا آپ کے
اللہ کے (ان کوئی دوست اور
مددگار۔ (بقرہ)

باری تعالیٰ نے اپنے پیارے اور آخری نبی صلعم کو آگاہ کر دیا کہ یہ یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ ہاں اگر لغو و بالہ نکی لغو و باطل خواہشوں کی پیروی کرنے لگیں تو پھر وہ ضرور راضی ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا بفرمیں محال اگر آپ قرآن کے اس حکم کے بعد بھی انکی خواہشوں کی پیروی کریں تو پھر اللہ کے ہاں آپ کے لئے کوئی معین و مددگار نہ ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بڑا تاکید ہی حکم ہے۔ یہود و نصاریٰ کی خواہشوں کی پیروی کرنے سے اللہ سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جو مسلمان اس حکم کی خلاف ورزی کرے

مناسبت سے اسکو شرف و اعزاز اور محبت و عقیدت اور روحانی ترقی کا مرتبہ و مقام حاصل ہوا۔ اور اسی کا نام جہاد فی سبیل اللہ اور خدمت اسلام ہے۔

کفار و مشرکین مسلمانوں کے ہمدرد و خیر خواہ نہیں

اس سلسلہ میں قرآن حکیم مسلمانوں کو یہ حقیقت سمجھانا چاہتا ہے کہ کفار و مشرکین مسلمانوں کے ہمدرد و خیر خواہ اور محسن نہیں ہو سکتے۔ ان کو اس حماقت و نادانی اور غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے کہ ان سے مسلمانوں کو کوئی نفع پہنچے گا۔

مَا يَوْزُ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا
لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْكَ
مِنْ خَلْقٍ مِمَّنْ تَتَكَلَّمُ
وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو
الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اہل کتاب میں سے جو کافراؤں
مشرکین ہیں۔ وہ نہیں چاہتے
کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے
کوئی بہتری نازل ہو۔ اور اللہ
اپنی رحمت کے ساتھ جسکو چاہتا ہے
خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ بڑے
فضل والا ہے۔ (بقرہ)

یعنی وہ یہ نہیں چاہتے کہ تمہاری ہدایت و بہتری کے لئے رسول اللہ صلعم پر وحی نازل ہو۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ نبی آخر الزماں انہی میں سے ہو۔ یہ شرف و برتری انہی کو ملے۔ مگر آنحضرت صلعم کو اللہ نے اپنی رحمت سے مخصوص کر لیا۔ اور مسلمانوں کو امامت اقوام اور خیر الام کا شرف و اعزاز عطا کر دیا۔ چونکہ مشرکین مکہ اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا یہ منشا پورا نہ ہوا اس لئے وہ نبی آخر الزماں اور مسلمانوں کی دشمنی و جھگڑائی پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں میں روحانی و جسمانی قوت و توانائی آئے۔ وہ منظم و متحد ہوں، وہ علمی عقلی، تمدنی اور سیاسی حیثیت سے معزز و ممتاز ہوں۔ اور

وہ بظاہر ظالم اور خدا کا نافرمان دباغی ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو گہرا دوست اور رازدار نہ بناؤ !

چونکہ کافر اور یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ہمدرد و خیر خواہ نہیں ہو سکتے اور وہ مسلمانوں سے کسی طرح بھی راضی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے انکی دوستی پر فخر کرنا، انکو رازدار بنانا، انکی وفاداری کے گیت گانا اور انکی اطاعت کو واجب جانتا نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ سے بغاوت و سرکشی ہے۔

بلکہ سب بڑی جہالت و نادانی بھی ہے۔ اسلئے فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةَ** مسلمانوں کے کسی (دشمن اسلام) کو اپنا دوست و رازدار نہ بناؤ۔

مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأُولُكُمْ خَبِيرًا وہ تمہیں نقصان پہونچانے میں کسی طرح کی کمی کو تا ہی نہیں کرتے۔ وہ تمہیں تکلیف دینا چاہتے ہیں۔ انکے منہ سے

وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَّلَ الْبَعْضُ أَلْفًا (دشمنی کی باتیں) ظاہر بھی ہو چکی ہیں۔ اور جو کچھ انکے دلوں میں مخفی ہے وہ اس سے بھی بڑا (خطرناک جذبہ) ہے۔

كُنتُمْ تَتَحَلَّلُونَ ہم نے تمہارے لئے اپنی آیتیں (احکام) بیان کر دی ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ان پر عمل کرو۔

صاف حکم ہے کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا گہرا دوست اور رازدار نہیں بنانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ انکو نقصان پہونچانے اور تباہ کر دینے کے

منصوبوں میں وہ کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ قرآن حکیم کے اس اعلان پر انگریز اور مسلمانوں کی تاریخ گواہ ہے دنیا جانتی ہے کہ انگریز نے کس کس طرح اور کہاں کہاں حاکم اسلامیہ کو اپنی ستم رانیوں اور سفاکیوں کا تختہ مشق بنایا۔ انکی تباہی کے کیسے کیسے منصوبے باندھے۔ اور آج بھی مسلمانوں کو نقصان پہونچانے اور ان کو کھیلنے کے لئے کیا کیا کچھ کر رہے ہیں اس لئے قرآن ہمیں مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے کہ اگر وہ برابر بھی ایمان اور ذرہ سی بھی عقل رکھتے ہو تو اس قسم کے دشمنان اسلام کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔

یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ

یہود و نصاریٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو جو نقصانات پہونچائے اور پہونچا رہے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں انکو ہر مسلمان جانتا ہے۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس لئے قرآن پاک بڑے زور اور تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو روکتا ہے کہ وہ ان دشمنان اسلام کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا ای ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپہیں اولیاء و بعضہم اولیاء ایک دوسرے کے دوست بعضہم و من یتولہم ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے

مَنْكُم فَآوَاهُ مِنْهُمْ انکو دوست بنا ٹیگا تو بیشک اللہ لا یملاہی القوم وہ انہی میں سے ہے۔ اور اللہ الظالمین (سورہ مائدہ ۵) ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یعنی جو لوگ اس واضح حکم کے بعد بھی یہود و نصاریٰ کو دوست بنائیں۔ ان کا شمار انہی دشمنان اسلام میں ہو گا۔ اور وہ ظالم ہیں اور اسلام کی راہ سے دور۔

مسلمان کافر و نکو اپنا دوست نہ بنائیں

قرآن حکیم نے مسلمانوں کو ایک اصول دیدیا ہے۔
کہ مشرک ہوں یا کافر، یہود و نصاریٰ ہوں اور ملحد ہوں یا
مادہ پرست۔ الکفر ہر لڑا واحدۃ اسلام کی بیچکنی اور
مسلمانوں کی دشمنی میں سب ایک ہیں۔ سب کے سب مسلمانوں
کی میزبانی و ہوشمندی، تنظیم و ترقی اور بہتری و کامرانی
نہیں چاہتے۔ اس لئے کہ اس سے خود انکو دنیا کی قیادت
ورہنمائی، حکومت و اقتدار، عیش و عشرت اور غذائی کرنیکا
موقعہ نہیں ملتا۔ مسلمانوں کی قوت و توانائی اور اسلام
کی برتری سے تمام طاغوتی حکومتوں کے تخت اونڈھے
ہونے اور باطل نظاموں کے پرہیچے اڑتے ہیں۔ اسیلئے

فرمایا:

لَا يَخْلُقُ الْمُؤْمِنُونَ
الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ
مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ
فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي
شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَقُولَ لَهُمْ
قَوْلَهُ ط وَجِدْهُمْ كَمَا
اللَّهُ نَفْسَهُ ط وَإِلَى اللَّهِ
الْمَصِيرُ (آل عمران ع)

یہ وعید بھی سخت لرزہ فگن ہے کہ جو مسلمان مسلمان کو چھوڑ
کر کافروں کو دوست بنائیں ان کا اللہ سے کوئی واسطہ نہیں۔
وہ اسلام کے ہمدرد نہیں بلکہ کفر کے ساتھی ہیں۔ مسلمانوں
کے دوست نہیں بلکہ کافروں کے حمایتی ہیں۔ ہاں اگر
کفار سے جان و مال کا اندیشہ ہو تو ان سے دوستی رکھی
جا سکتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان کے سہارے اور بھروسے
پر اپنے باطل و عادات کو قائم کیا جائے۔ اپنی دکان لگائی

جائے، ذاتی اغراض و مفاد حاصل کئے جائیں، کفار کی
عنایات شامل حال رہیں اور مسلمانوں کو کفار کی اطاعت
و غلامی کی دعوت دینے کے لئے پچاس مداریاں بھردی
جائیں۔ بلکہ صرف اس حد تک اور اس لئے کہ مسلمانوں کی
جانیں اور مال محفوظ رہیں اور بس۔

اگر تمہارے باپ بھائی بمقابلہ ایمان کفر کو
پسند کریں تو ان کو بھی دوست نہ بناؤ

قرآن پاک نے تو یہاں تک مسلمانوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ
اگر تمہارے والدین اور بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند
کریں تو انکو بھی دوست نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ کافر ہیں اور۔

کافروں کو دوست رکھنے والے بڑے ظالم ہوتے ہیں،
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
أَبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ
إِنْ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى
الْإِيمَانِ ط وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ
فَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَهُمْ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الظَّالِمُونَ (التوبة ع)

اس آیت سے اگلی آیت میں ارشاد ہے کہ کہہ دیجئے کہ اسی
مسلمانو! اگر تمہیں اپنے باپ دادا، بیٹے بھائی، بویاں، رشتہ دار
کماٹے ہوئے مال، تجارت کا مال جس کے مندا پڑ جانے
کا تمہیں اندیشہ ہو۔ اور ہائشی مکان جنہیں تم بہت چاہتے
ہو۔ اللہ، اس کے رسول اور اسکی راہ میں بہاد کرنے سے
زیادہ عزیز ہوں تو عذاب الہی کا انتظار کرو۔ کیونکہ خدا و رسول
کے مقابلہ میں ان چیزوں کو محبوب سمجھنا اللہ کی نافرمانی ہے۔
اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اللہ و رسول کے مخالفوں اور دشمنوں سے

دوستی کرنا مومنوں کا کام نہیں

دنیا میں یوں تو ہمیشہ حق و باطل کی جنگ برپا رہی اور آج بھی برپا ہے۔ حق و صداقت اور ایمان و اسلام کے بڑے بڑے جابر و قاهر دشمن پیدا ہوئے۔ اور دنیا کے غرودوں، فرعونوں اور قارونوں سے اللہ و رسول کی مخالفت و دشمنی پر کربا زدھی۔ لیکن انگریزوں سے زیادہ دشمن حق و صداقت کوئی قوم اس دنیا نے پیدا نہیں کی۔ ان اہلباب کیوں نے جو انائی اور علم لوگوں کو سکھایا وہ خالص کفر و فتن تھا۔ اور اس کا مقصد روحانیت و اخلاق کو فنا کرنا تھا۔ تاکہ مسلمان خالص مادہ پرست، ملحد اور منکر آخرت بن جائیں۔ ان دشمنان دین نبیؐ نے بوعقل و نور اپنے غلاموں کو دئی وہ شریعت اسلامیہ کی حدود و قیود سے آزاد کر نیوالی تھی۔ اسکی بنیاد دینی پر تھی اس حکمت سے دماغ تو منور تھا مگر دل مردہ ہو گیا۔ انگریزوں کی

تعلیم و تربیت اور تہذیب و سیاست سے مسلمانوں کو جو فیض پہنچا وہ یہ تھا:

(۱) مسلمان اپنی ہستی سے غافل اور اپنے سود و سبب و فتنہ سے غافل ہو گئے۔
(۲) انکے دماغوں میں صرف وہی خیالات پیدا ہوئے جو ان سفید آقاؤں کے مفید مطلب تھے۔

(۳) سرکار انگریزی کے وفاداروں اور تہذیب مغرب کے پرستاروں نے اپنے بھائیوں کی جاسوسی اور مقدس فرض سرانجام دیا۔

(۴) اپنی سنگینوں کی نوکیں اپنے بھائیوں کے سینوں میں پیوست کیں۔ اور اس کے صلہ میں عہدے، تحفے، خطابات، طرے اور جاگیریں حاصل کیں۔

(۵) اسلام کش اور مذہب و اخلاق شکن تعلیمی، تہذیبی اور سیاسی سکیموں کو اپنے ہاتھ سے مرتب کیا۔ اور اپنی مذہبی و سیاسی موت کے پروانہ پر دستخط کئے۔
(باقی صفحہ پر دیکھیں)

عرض حال

(محترم فیض صاحب لودھیانوی)

آپ بھی دیوانہ ہو محفل کو بھی دیوانہ کر
نقد جاں دیکر خدا سے غلہ کا بیجا نہ کر
زیر خنجر اس ادا سے سجدہ شکر نہ کر
اپنی نصرت کو شریکِ ہمت مردانہ کر
میرے ہر آنسو کو یارب گو ہر یک دانہ کر
یا مجھے اندیشہٴ انجام سے بیگانہ کر
طول دیکر ہر ذرا سی بات کو افسانہ کر

داستانِ دل بیاں آئے واعظِ فرزانہ کر
گرم ہے روئے زمیں پر آج بازارِ جہاد
تیرا سرتن سے جدا ہو کر گئے آنکھوں کے بل
شرم رہ جائے اتنی کوششِ ناکام کی
گریہ و زاری سے قسمت کا گلہ جاتا ہے
یا مجھے مستیِ آغاز سے بیخود بنا
فیض وہ تجھ کو اجازت دیں جو عرضِ حال کی

مُسَلِّمَات

(مُحَمَّدِ مُحَمَّدٍ قَارُوقِ ضَا لَاهُوسِ)

اردو لٹریچر میں مستورات کا حصہ بہت ہی قلیل ہے۔ اسلئے بہت دیر سے میری یہ تمنائی کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے۔ جس سے اعلیٰ طبقہ کی خواتین کے علاوہ متوسط طبقہ اور عام طبقہ کی عورتیں استفادہ کر سکیں۔ لیکن وقت کی کمیابی ہمیشہ اس شوق کی راہ میں حائل رہی۔ بالآخر متنوع صورت حال سے متاثر ہو کر تسبیہ کر دیا کہ افکار دینا سے تھوڑا سا وقت مستعار لیا جائے تاکہ مسلم خواتین کے لئے ایک مہیاری کتاب پیش کر سکوں۔ گزشتہ تین ماہ لگاتار مختلف کتابوں کی چھان بین کرتا رہا۔ اسی نتائج کار کے طور پر ”مسلمات“ کے نام سے ایک کتاب زیر نگارش ہے۔ جو تالیف کے آخری مراحل کو پہنچ رہی ہے۔ زیر نظر مضمون اسی تصنیف کا ایک جز ہے۔

چونکہ حضرت عائشہؓ کی سیرت مستورات کیلئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اسلئے انکی زندگی کا ایک اہم واقعہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ اسلئے صرف ایک مشہور مسلمہ کی تاریخ حیات کا ایک پہلو سامنے آتا ہے۔ بلکہ بہتے موجودہ اشکال پر بھی روشنی پڑتی ہے جو سیاست میں خواتین کا حصہ و حقوق مساوات اور مستورات کی قیادت، وغیرہ مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی زندگی کا اہم واقعہ جنگ جمل ہے۔ جہاں یہ واقعہ فی نفسہ محتاج بیان ہے۔ وہاں اسے مفید طالب تشاؤ بھی مستنبط ہوتے ہیں۔ عورتوں کا معیار حیات بلند کرنے کیلئے جتنے جدید نظریات ذہنوں میں گشت لگائے ہیں انکا فیصلہ کن حل ان واقعات سے تلاش کیجئے۔

بلاد اسلامیہ میں حضرت عائشہؓ کو ام المؤمنین کے شرف

کیوجہ سے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ہر سال بزرگ، استاد اور ماں کی حیثیت سے احترام کرتا تھا۔ خلافتِ شیعین کا زمانہ گزر چکا تھا۔ کہ بعض غلط فہمیوں کی بنا پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ جس سے عرب اور عجم ہر جگہ مسلمانوں کے اندر دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک جماعت کا مطالبہ یہ تھا کہ قاتلین عثمانؓ سے فوراً انتقام لیا جائے۔ انکی قیادت حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اس میں کچھ شرارت پسند عناصر بھی تھے۔ جنکا ذاتی مفاد اسی تحریک سے وابستہ تھا۔

انتقام عثمانؓ کا سوال اپنے اندر ایسا جذبہ رکھتا تھا جسے متاثر ہو کر مخلص حضرات بھی شریک ہو گئے۔ اس جہاں کا مرکز بن گیا تھا۔ دوسری طرف حضرت علیؓ اور دیگر مسلمان تھے۔ جنکا خیال یہ تھا۔ کہ ملک میں امن قائم ہونے کے بعد جائز قاتلوں کو تلاش کر کے سزا دی جائے۔ اسی خیال کے تحت مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ شام میں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت قائم ہو گئی۔ اور بصرہ، کوفہ، حوب وغیرہ میں حضرت علیؓ کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔ ملک میں ہنگامہ برپا تھا۔ اکابر صیابہ رفتہ رفتہ سفر، رحلت اختیار کر چکے تھے۔ اور اب کسی میں اس فتنہ کو بندھانے کی جرات نہ تھی۔

عجم کا جو علاقہ عرب کے ماتحت تھا۔ انہوں نے بھی اس آگ پر تیل ڈالا۔ کیونکہ وہ عرب کی حکومت پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کے لئے تشریف لگتی تھیں۔ واپسی پر صحابہؓ کی ایک جماعت راستہ میں لمبی مانیوں نے حضرت

آپ عثمانؓ کے خون کا مطالبہ لیکر اٹھی ہیں۔ حالانکہ اللہ گواہ ہے۔ جن لوگوں آپ کو اس آزمائش میں مبتلا کیا ہے اور اس غلطی پر آمادہ کیا ہے انہوں نے عثمانؓ کے قاتلوں سے زیادہ بڑی آپ کے ساتھ کی ہے۔“ الخ

یہ خط پڑھ کر حضرت عائشہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مگر انہوں نے صرف یہی جواب دیا۔ کہ ”اب گمہ شکوہ کا وقت نہیں رہا۔“ راستہ میں حضرت عائشہؓ نے اپنی واپسی کا معصوم اندازہ کیا۔ لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ اب حالات قابو سے باہر ہو چکے ہیں۔ واپسی مناسب نہ ہوگی۔ آپ بصرہ پہنچنے سے تمام جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

یہ خط تمام حالات پر اجالی تبصرہ ہے۔

بصرہ میں یہ حالت تھی کہ بھائی بھائی کے خون کا پیمانہ تھا۔ اور مسلمان مسلمان کے خلاف منصفیہ باندھ رہا تھا۔ کہ مادر اسلام اپنے بچوں کو بیکر مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے بصرہ آچو پچیں۔ بصرہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے ایک گورمقیم تھا۔ مباحث اور متنازعات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دونوں طرف سے فن خطابت اور منطقی دلائل کا دور ختم کیا جا رہا تھا۔ اس موقع پر سرعہ کرنے ایک تقریر کی۔ جو فن خطابت کی جان ہے۔ حالانکہ یہ ایک عورت کے الفاظ تھے۔

”لوگو! خاموش! خاموش!!! تم پر میرا اور سی حق ہے۔ اور مجھے نصیحت کی عورت حاصل ہے۔ اس کے سوا جو اپنے رب کا فرمانبردار بندہ نہیں۔ اس کے بعد فضائل شیخینؓ پر ایک طویل تقریر کی۔ آئیں فرمایا۔ ہاں! میں حدف سوال بن گئی ہوں کہ فوج لیکر نکلی۔ میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں۔ اتمام حجت، سچائی اور انصاف کے ساتھ کہہ رہی ہوں۔“

ناتندگان بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ہر

عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ سنایا۔ آپ کو سکر بہت افسوس ہوا۔ بعض لوگوں کو یہ بھی گمان ہوا کہ شہادت عثمانؓ میں حضرت عائشہؓ کا بھی ہاتھ ہے۔ انہوں نے حلفیہ کہا کہ اگر ایسا ہے تو خدا بھی میرے ساتھ دیا ہی کرے۔ جیسا عثمانؓ کے ساتھ ہوا۔

کچھ اور لوگ بھی مستحق خلافت بنے بیٹھے تھے۔ اور مرکز میں بھی افرا تفری کا عالم تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ سے پوچھتے تھے کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو تم درمیان میں آکر صلح کرادو۔ اور اگر انہیں سے ایک فریق حق بات کو تسلیم نہ کرے تو اس کے خلاف جنگ کرو۔

حضرت عائشہؓ نے اس آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کی ایک تیسری جماعت تیار کی۔ جو صلح اور امن کی دعوت دیتی تھی۔

ام المؤمنینؓ کی آواز پر لوگ سمٹ سمٹ کر آنے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے فطرتاً بلندوصلہ اور دیرتھیں۔ اس سے پہلے انہوں نے غزوہ اُحد، بدر اور خندق میں حصہ لیا تھا۔

اس وقت انکی شرکت مجاہدانہ نہ تھی۔ بلکہ تیمارداری، پانی پلانا اور کھانا پکانا تھا۔

اصلاح پسندوں کی جماعت ساتھ لیکر مدینہ سے بصرہ روانہ ہوئیں۔ ام المؤمنینؓ کی سرگرمیوں کا حال جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کو ایک خط لکھا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: ہر

”آپ اللہ اور رسولؐ کی حمایت میں ایک ایسے مطالبہ کو لیکر اٹھی ہیں جسکی ذمہ داری سے آپ۔ اللہ اور رسولؐ کی طرف سے سبکدوش تھیں۔ عورتوں کو جنگ اور مردوں کے معاملات سے کیا تعلق؟

”خدا کی قسم میرے تئیں کے اشتخاص کسی بات کو چھپا کر گھر سے نہیں نکل سکتے۔ اور نہ کوئی ماں اپنے بچوں کے اصل حقیقت چھپا سکتی ہے۔ ہم اصلاح کی دعوت دیکر اٹھے ہیں۔ جسکا خدا اور رسول نے ہر چھوٹے اور بڑے مرد اور زن کو حکم دیا ہے۔“

یہ تنگ دود جباری رہی۔ ایک ہنگامہ خوریز گرم ہوا۔

گشت و خن تک فوجتا پہنچی کہ حضرت علیؑ بصرہ آ پہنچے۔

دونوں طرف سے صلح کی کوشش کی گئی مگر مفید پہلو نہ نکل سکا۔

عائشہ کا واقعہ ہے کہ جنگ جل پیش آئی۔ ہر قبیلہ اپنے ہی خاندان

کا دشمن بنا ہوا تھا۔ حتیٰ پسندی نے بھائی کو بھائی کے مقابلہ پر

کھڑا کر دیا۔ باپ اور بیٹے کی محبت بھی اسکے سامنے مائل نہ ہو سکی۔

حضرت عائشہؓ کی جماعت کو لوگوں نے جنگ سے روکا۔ مگر انہوں

جو اب دیا ”کیا تم اللہ منائیں کا ساتھ چھوڑ دیں؟“ رات کا وقت تھا

دونوں طرف خاموشی تھی۔ شرارت پسندوں نے دیکھتے ہوئے

کہ اگر شوگر گئی تو چار ماہ فساد پائماں ہو جائیگا۔ حضرت عائشہؓ کے

شکر پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؑ کے شکر نے

شوخیوں کو مارا ہے۔ قتال شروع کر دیا۔ شدید جنگ ہوئی جو دوسرے

دن تک جاری رہی۔ حضرت عائشہؓ ایک اونٹ پر سوار تھیں

فوج شکست کھا چکی تھی۔ نتیجہ سپاہی جنگ بند کرنا چاہتے تھے

مگر کوئی صورت نہ تھی۔

شریر لوگ اونٹ کے قریب آکر حضرت عائشہؓ کو قتل

کر دینا چاہتے تھے۔ مگر جان نثار مادر اسلام پر جانیں قربان کر رہے

تھے۔ بنو قتبہ نے اونٹ کو گھیر رکھا تھا۔ اس قبیلہ کے نوجوان

بوش میں رجز پڑھتے ہوئے لڑتے تھے۔ اور جانیں قربان کر رہے

تھے۔ ان کے اشعار کا اجمالی ترجمہ یہ ہے۔

”ای مادر اسلام ہم بنو قتبہ ہیں۔ ہم کبھی دشمن کو قریب نہ آنے

دینگے۔ ہماری جانیں تمہیں نثار ہوں۔“

تمام قبیلہ فتم ہو جائیگا۔ اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے۔ ہودہ بنجر

آگیا۔ محمد بن ابوبکر نے بڑھکر سنبھالا۔ یہ انگے بھائی تھے۔ خیریت

پوچھنے کے لئے ہاتھ اندھالا۔ تو حضرت عائشہؓ نے ڈانٹا۔ یہ کس

لعون کا ہاتھ ہے۔ اس نے کہا۔ تمہارے بھائی محمد کا۔ کما تم

محمد نہیں مذقم ہو۔ حضرت علیؑ بھی آ پہنچے۔ خیریت پوچھی۔

جواب دیا۔ کہ اچھی ہوں۔

ایک رات گوشہ عافیت میں گزار جانے کے بعد حضرت

علیؑ نے حضرت عائشہؓ کو چالیں معزز عورتوں کے ساتھ

محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں حجاز روانہ کیا۔ چلتے وقت حضرت

عائشہؓ نے مجمع میں اقرار کیا کہ نہ مجھ کو حضرت علیؑ سے کسی قسم

کی کدورت تھی اور نہ اب ہے۔

کہا کرتی تھیں۔ کاش میں اس سے بیس برس پہلے ملکی ہوتی۔

جب انہیں قرآن پاک کی یہ آیت یاد آتی ”ای پیغمبر کی

جو یو! اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو۔“ تو اس قدر

روتیں کہ آنچل تر ہو جاتا۔

مغربی نظریات نے مشرقی طبائع کو اس قدر مسحور کر دیا

ہے کہ بیشتر لوگ صحیح و غلط کے امتیاز سے آنکھیں بند کر کے

لسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مسلک تقلید کو

اختیار کر کے ہم کانٹوں میں الجھ جاتے ہیں۔ اور بھول دھول

تک ہمارے ہاتھوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

اگر ہم عقل اور خود داری کو قائم رکھتے ہوئے دنیا

کے ہر مقام سے صفت و صیفت کے بھول چن لیں۔ اور غدار دار

وادیلوں سے اپنے دامن کو محفوظ رکھیں۔ تو ہماری قومیت

بھی برقرار رہے اور کامیابی بھی قدم چومتی رہے۔

عورتوں کے حقوق متعین کرنے میں بہت کچھ مبالغہ

سے کام لیا گیا ہے۔ حقوق مساوات، قیادت اور سیاست

میں عورتوں کی شرکت وغیرہ وہ نظریات ہیں۔ جو عورت کو

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا طرز عنوان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قرار پایا۔

اگر کوئی کلمہ گو مسلمان فی الحقیقت خدا تعالیٰ ہی کو اپنا معبود سمجھتا ہے، غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ہونا چاہتا ہے، دنیا کی ترقی و کامرانی اور آخرت کی نجات کا طالب ہے، تو اسے غیر اللہ کے سامنے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا فقرہ بلند کرنا چاہیے، اور غیر اللہ کی اطاعت الکا کر دینا چاہیے۔ اس کے بعد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اثبات کر کے خدا تعالیٰ کے سامنے سرنگوں ہونا چاہیے۔ معبود باطلہ یا غیر اللہ کی حکومت کی نفی کرنا یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا دل آگاہ کی پہلی، ضروری اور ناگزیر منزل ہے۔ لیکن مقصود حیاتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ معبودانِ باطلہ کا طلسم یا شیش کرنے کے لئے لازمی ہے۔ کفر سے تبری و بیزاری ایمان کی شرط اول ہے۔ جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتا وہ سچا مومن نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے :-

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ
وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ
فَقُلِ اسْتَفْسِكْ
بِالْحُرَّةِ الْوُثْقَىٰ

پڑھو۔ (البقرہ ص ۳۰)

طاغوت سے مراد ہر وہ طاقت و اقتدار ہے جسکی بنیاد پر ایمان آئی ہو۔ پس جو چیز انسان کو خدا کا نافرمان بنائے، اسکی ہی طاقت اور راہ حق سے روکے وہی طاغوت ہے۔ خواہ وہ اپنا نفس سرکش ہو یا برادی کا رسم و رواج یا کوئی مذہبی پیشوا ہو اور یا کوئی لیڈر و حاکم۔ جو طاقت، خواہش، رواج، عقیدہ، فلسفہ، نظام اور حکومت خدا کی نافرمانی و سرکشی کا سبب بنجائے پس وہی طاغوت ہے۔ طاغوت کا انکار کئے بغیر کوئی شخص مومن باللہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ایمان باللہ کیلئے کفر باطاغوت ایک لازمی امر ہے + (باقی آئندہ)

اس کے اصلی مقام سے نکال کر غیر طبعی حدود میں لاکھڑا کرتے ہیں۔

جنگ جمل سے ان تمام حقوق کی تردید ہوتی ہے۔ قیادت، سیاست اور مساوات تینوں لازم و ملزوم ہیں اگر قیادت کے حقوق مل جائیں تو سیاست اور مساوات از خود حاصل ہو جاتی ہے۔ تینوں سے ایک کی نفی تینوں کی نفی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنگ جمل میں حصہ لینا، اور قیادت کرنا اسی امر کا ہوا ہے کہ عورتوں کو یہ حق حاصل ہے۔

بعد کی زندگی اس واقعہ کی پرزور تردید کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط بھی عورتوں کے اسلامی حقوق پر روشنی ڈالتا ہے۔ جنگ جمل کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو اس جھگڑے سے غیر جانبدار رہے تھے کہا۔

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے انکا گھر ہودج سے بہتر تھا“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا اصلی مقام اس کا گھر ہے۔ قیادت اور سیاست اسکی تخلیق کے منافی ہے +

بقیہ ص ۵۸۔ صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے اور اسی مقام پر رک جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس نے اللہ کی ہستی کا انکار کر دیا۔ اس کے بعد اند سے اس کا قلب اور عقل سوال کرتی ہے۔ منکر خود بھی موجود ہے یا نہیں؟ کائنات موجود ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ منکر کا وجود بھی موجود ہے اور کائنات کا وجود بھی ثابت ہے۔ اب عقل جب تک منکر اور کائنات کے خالق کا پتہ نہ لگا لے طمانیت قلب کسی صورت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض یہ کہ نفی کے بعد اثبات کرنے سے ہی زندگی کے مختلف شعبوں میں اعتدال و توازن پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی اعتدال و توازن روح اسلام اور روحانیت و اخلاق کی جان ہے۔

بکرم انصارا
یکو الف کا سر کردگی حنیف الانصا

دنیا دیکھ کر اپنا مستقبل روشن نظر آیا۔ اللہ کریم ان کے بازو میں قوت عطا فرمائے۔ تاکہ ملک اور ملت کی خدمت سرانجام دے سکیں۔

سر انجام دے سیں۔
 الہیجہ الثانیہ کا دن یوم الفراق ہے۔ اس دن
 بانی حزب الانصار مجاہد ملت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی
 نور اللہ صرحۃ اللہ کے پیارے ہوئے آپ کو دار فانی سے
 دار البقا کی طرف عازم ہوتے پچھ سال ہو گئے۔ مگر اپنے
 کارہائے نمایاں کیوجہ سے زندگی جاوید حاصل کر گئے ہیں
 آپ کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے جاری کردہ تمام شعبہ جات
 اسطرح خدمت دین میں مصروف ہیں۔ قارئین شمس السلام
 سے درخواست کیجاتی ہے کہ بانی حزب الانصار مرحوم و
 مغفور کے لئے دعا و مغفرت فرمائیں۔

جلسہ سالانہ | کانفرنس انشاء اللہ العزیز ماہ مارچ
کی ابتدائی تاریخوں میں منعقد ہوگی۔ تاریخوں کا اعلان
عقرب کر دیا جائے گا۔

ملاقات ہے۔ وہ سال بھر انتظار میں رہتے ہیں۔ شائقینِ محض انتظار میں۔

دارالعلوم غزنیہ | میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہے،
اب بحمد اللہ تعالیٰ طلبہ و مدرسین دارالعلوم غزنیہ لکچرر
محفوظ و مامون ہیں۔ اساتذہ کرام نہایت محنت سے تعلیم
دینے میں مصروف ہیں۔

وار المبلغین

مولوی محمد عظیم صاحب فاضل العلوم
عزیز مبلغ حزب الانصار مختلف مقامات
کا دورہ کرنے کے بعد آج کل میانہ گوندل کے نواح میں
عوام الناس کو صراط مستقیم پر چلنے کا پیغام حق پہونچا

حبیب اللہ النبی | صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر
 دعوت مولانا عبدالحی صاحب مولانا الحاج افتخار احمد صاحب
 بگیدی امیر حزب انصار مبعوث مولوی سید حسین الدین صاحب
 مولوی محمد عظیم صاحب و صوفی محمد شریف صاحب نعت
 خوان موتہ ڈپو تشریف لے گئے۔ امیر حزب الانصار نے فوجیوں
 کے سامنے جیسے تمام افسیر شامل تھے۔ ہادی اسلام
 کی تشریف آوری کے موضوع پر تقریر کی۔ اور بعد از نماز جمعہ
 محسن کائنات کے کائنات پر احسانات۔ پر تقریر کی۔ اپنے
 فوجی نوجوانوں اور افسیر صاحبان کے اخلاق اور بدلی ہوئی